ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
۲۹/مارچ تا ۴/اپریل ۲۰۰۱ء

☆ نئے ہجری سال کا آغاز (اداریہ)

☆ اے آر ڈی۔ ''تہلکہ'' اور پاک بھارت حکومتیں (تجزیہ)

☆ حکمت قرآنی کے ذریعے عقل اور عشق کو جوڑا جا سکتا ہے (اذانِ بلالی)

عالمی نظام خلافت کا قیام ـــــ تقدیر مبرم

''......پھر دو نہایت اہم احادیث وہ ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اب جو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا نظام قائم ہوگا وہ پورے عالم انسانیت اور کل روئے ارضی کو محیط ہوگا۔ چنانچہ (۱) صحیح مسلمؒ میں حضرت ثوبانؓ (جو آنحضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے) سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ نے میرے لئے پوری زمین کو سمیٹ یا سکیڑ دیا۔ چنانچہ میں نے اس کے سارے مشرق بھی دیکھ لئے اور تمام مغرب بھی' اور سن رکھو کہ میری امت کی حکومت ان تمام علاقوں پر قائم ہو کر رہے گی جو مجھے سکیڑ یا لپیٹ کر دکھا دیئے گئے!'' اور (۲) مسند احمد بن حنبلؒ میں حضرت مقداد بن الاسودؓ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا: ''کل روئے ارضی پر نہ کوئی اینٹ گارے کا بنا ہوا گھر باقی رہے گا نہ اونٹ کے بالوں کے کمبلوں سے بنا ہوا خیمہ جس میں اللہ کلمہ اسلام کو داخل نہ کر دے' خواہ کسی عزت کے مستحق کے اعزاز کے ساتھ اور خواہ کسی مغلوب کی مغلوبیت کے ذریعے۔ یعنی یا تو اللہ انہیں عزت دے گا اور اہل اسلام میں شامل کر دے گا یا انہیں مغلوب کر دے گا چنانچہ وہ اسلام کی بالادستی قبول کر لیں گے!'' حضرت مقدادؓ فرماتے ہیں کہ اس پر میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ ''تب وہ بات پوری ہوگی (جو سورۃ الانفال کی آیت ۳۹ میں وارد ہوئی ہے) کہ دین کل کا کل اللہ ہی کے لئے ہو جائے!''

الغرض' قیام قیامت اور دنیا کے خاتمے سے قبل کل روئے ارضی پر وہ دور سعادت یقیناً آ کر رہے گا جس میں ''اللہ ایمان اور عمل صالح کی شرائط پوری کرنے والے مسلمانوں کو لازماً زمین کی خلافت اسی طرح عطا فرمائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو (مثلاً حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کو) عطا کی تھی' اور ان کے لئے ان کے اس دین کو زمین میں لازماً تمکن عطا فرما دے گا جسے اس نے ان کے لئے پسند فرما لیا ہے' اور ان کی خوفزدگی کی کیفیت کو لازماً امن و سکون کی حالت سے تبدیل کر دے گا!''

(امیر تنظیم اسلامی کی کتاب ''مسلمان امتوں کا ماضی حال اور مستقبل اور مسلمانان پاکستان کی خصوصی ذمہ داری'' سے ایک اقتباس)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الھدیٰ

از : ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ البقرۃ (11)

﴿ اَلَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ .... ﴾

''وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں غیب پر''۔

اٰمَنَ یُؤْمِنُ کا مطلب ہے کسی کو امن دینا' اس کے بعد جب ''ب'' یا ''ل'' آ جائے تو یہ تصدیق کرنا اور وثوق و اعتماد کے ساتھ کسی کو ماننے کے معنی میں استعمال ہو گا۔ گزشتہ آیت میں چونکہ فرمایا گیا کہ ''قرآن مجید متقیوں کے لئے ہدایت ہے'' اس اعتبار سے اس آیت میں گویا متقی لوگوں کی صفات بیان کی جا رہی ہیں کہ متقی کون لوگ ہیں۔ ان کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ درحقیقت بندۂ مومن سے جن جن چیزوں پر ایمان مطلوب ہے وہ کل کا کل ایمان بالغیب ہی ہے۔ رسول کی رسالت' قرآن کا کتاب اللہ ہونا' ملائکہ کا وجود اور موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا یہ سب امور غیب سے متعلق ہیں۔

قرآن مجید کی ہدایت سے استفادہ کرنے کے لئے جہاں ضروری ہے کہ انسان کے اندر اخلاقی حس یعنی نیکی اور بدی کی تمیز موجود ہو وہاں یہ شرط بھی ہے کہ وہ غیب پر ایمان رکھتا ہو۔ حکمت کا نقطہ آغاز بھی یہی ہے کہ انسان یہ سمجھ لے کہ اس کائنات میں جو کچھ سامنے نظر آ رہا ہے یا جہاں تک ہمارے حواس کی رسائی ممکن ہے' کل حقیقت نہیں ہے' بلکہ اصل حقائق وہ ہیں جو ہمارے حواس سے ماورا ہیں۔ ہمیں جو کچھ نظر آ رہا ہے یہ تو بہت کم یعنی tip of iceberg کی مانند ہے' اصل برفانی تودہ (iceberg) تو پانی کی سطح سے نیچے ہے جو نظر نہیں آ رہا۔ اسی طرح اصل حقائق وہ ہیں جو پردہ غیب میں مستور ہیں۔ یاد رہے کہ غیب پر ایمان لانے کے برعکس آج سائنسی ترقی کے دور میں انسانی ذہن بن گیا ہے کہ ہم ماورائی حقائق کی نفی نہیں کرتے' لیکن یہ چونکہ ہمارے حواس کی رسائی سے ماورا ہیں للہذا ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے' ممکن ہے ہو' ممکن ہے نہ ہو۔ اصل میں نوع انسانی کی توجہ ان ماورائی حقیقتوں سے ہٹ گئی ہے اور اب اصل بحث اور دلچسپی اس عالم طبیعی سے ہے جو ہمارے حواس کی رسائی میں ہے۔ یہاں قرآن مجید پہلے قدم پر آغاز ہی میں واضح کر رہا ہے کہ متقی لوگ صرف مادی اور ظاہری حقائق کو کل حقیقت نہیں سمجھتے بلکہ وہ لوگ غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔

ایک رائے یہ ہے کہ ''یُؤْمِنُوْنَ'' کے بعد آنے والا ''ب'' ظرفیہ ہے۔ اس صورت میں اس کا مطلب ہو گا کہ ''وہ لوگ غیب میں رہتے ہوئے ایمان لاتے ہیں''۔ یہ بڑا پیارا انداز ہے کہ اصل میں اللہ غائب نہیں غائب تو ہم ہیں۔ یہ بڑی خوبصورت تعبیر اور ایک طرح تعریف و تحسین کا پہلو ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو غیب میں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو مان رہے ہیں' انہوں نے اللہ کو' فرشتوں اور جنت و جہنم کو دیکھا نہیں' لیکن ان سب پر ایمان رکھتے ہیں۔

﴿ اَلَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ ﴾ کا ایک مفہوم یہ بھی لیا گیا ہے کہ یہ ایک طرح سے منافقین کی طرف اشارہ ہے کہ وہ مسلمانوں کی مجلس میں آ کر تو دعویٰ کرتے تھے کہ ہم محمدؐ پر ایمان رکھتے ہیں لیکن جب وہ غیب میں ہوتے یعنی اپنی مجلسوں میں جا کر آپؐ کا استہزاء کرتے اور تمسخر اڑاتے تھے۔ گویا کہ ان منافقین پر ایک تعریض ہے اور بتایا جا رہا ہے کہ متقی تو وہ ہیں جو صرف دوسرے لوگوں کے سامنے رہ کر ایمان کا دعویٰ نہیں کرتے بلکہ جب غائب میں ہوتے ہیں جبکہ انہیں کوئی دیکھنے اور سننے والا نہیں ہوتا اس وقت بھی ان کا ایمان و یقین موجود رہتا ہے۔

فرمان نبویؐ

از : چوہدری رحمت اللہ بٹر

اطاعت رسول ﷺ

عَنِ ابۡنِ مَسۡعُوۡدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الۡاِسۡلَامَ بَدَاَ غَرِیۡبًا وَسَیَعُوۡدُ غَرِیۡبًا کَمَا بَدَاَ فَطُوۡبٰی لِلۡغُرَبَاءِ قِیۡلَ مَنۡ ھُمۡ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ؟ قَالَ الَّذِیۡنَ یُصۡلِحُوۡنَ اِذَا اَفۡتَرَ النَّاسِ وَفِیۡ رِوَایَۃٍ قَالَ النَّزَاعُ مِنَ الۡقَبَائِلِ نَزَعَ مِنۡ اَھۡلِہٖ وَعَشِیۡرَتِہٖ (رواہ الترمذی وابن ماجہ واحمد والدارمی)

''حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اسلام جب شروع ہوا تھا تو اجنبی (غریب) تھا اور پھر عنقریب یہ اجنبی ہو جائے گا۔ پس خوشخبری ہے ان کے لئے جو اسلام کی وجہ سے اجنبی ہو جائیں۔ پوچھا گیا یہ اجنبی (غربا) کون ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا وہ لوگ جو اصلاح کا کام کریں گے جبکہ عام لوگ فساد کرنے والے ہو جائیں گے۔ اور یہ دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا (اجنبی وہ ہوں گے) جو اپنے قبیلوں اور کنبوں میں سے نکال دیئے جائیں گے (یعنی اسلام کی وجہ سے ان کے رشتہ دار اور گھر والے انہیں نکال دیں گے)

آج دیکھا جائے تو واقعی اسلام کا یہی حال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو دین حق اپنے رسول کریم ﷺ کو دے کر بھیجا تھا کہ اسے تمام ادیان اور پورے نظام زندگی پر غالب کیا جائے تو وہ آج دنیا میں کہیں نہیں ہے۔ روح دین عنقا ہے اور نبی اکرم ﷺ کا عطا کردہ اسلام واقعی اجنبی بن گیا ہے اور پہچانا نہیں جاتا۔ مسلمان کہلانے والے خود اس پر عمل کو تیار نہیں ہیں' کسی دوسرے کو کیا دعوت دیں گے۔ اگر کہیں اسلام کو دین حق سمجھ کر ماننے والے اور اس پر عمل کرنے والے ہیں تو واقعی اس معاشرے میں وہ اجنبی سمجھے جاتے ہیں اور ان کے مسلمان اعزہ و اقارب بھی ان سے راہ و رسم اس لئے نہیں بڑھاتے کہ یہ ہمارے رسم و رواج والے دین پر عمل پیرا نہیں ہیں اور دین کے عجیب عجیب تقاضے بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ کسی بھی مسلک کا کوئی حامل اگر کسی ایسی دینی تحریک کا ساتھی بن جاتا ہے جو دین کے مکمل نظام کو اختیار کرنے کی دعوت دے تو اس کے ہم مسلک بھی اسے اپنے سے الگ تصور کرتے ہیں اور دین کے اصل تقاضوں پر عمل کرنے اور اس کا ساتھ دینے کے لئے اس خوف کے باعث تیار نہیں ہوتے کہ اس طرح وہ اپنے معاشرہ سے کٹ جائیں گے اور رشتہ دار ان سے تعلقات ختم کر لیں گے کیونکہ یہ دین تو واقعی اجنبی ہے۔ بہرکیف آنحضور ﷺ نے بشارت دی ہے کہ ایسے لوگ جو دین کے ساتھ وفاداری کی وجہ سے معاشرے میں اجنبی بننا قبول کر لیں ان کے لئے تہنیت اور مبارک باد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسے لوگوں میں شامل فرمائے (آمین)

ادار یہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حافظ عاکف سعید

نئے ہجری سال کا آغاز

یکم محرم الحرام سے نئے ہجری سال کا آغاز ہو چکا ہے۔ وقت کا سیل رواں کسی کا انتظار کیے بغیر اور کسی کو خاطر میں لائے بغیر' اپنی مخصوص رفتار کے ساتھ آگے بڑھتا ہوا پندرھویں صدی ہجری کے ۲۲ ویں سال میں اسی شان کے ساتھ داخل ہو چکا ہے' جس کی جانب بڑی خوبصورتی سے اشارہ کیا تھا شاعر مشرق نے ع ''کسی کا راکب' کسی کا مرکب' کسی کو عبرت کا تازیانہ!''

اس موقع پر وہ مسنون دعا ضرور ہمارے لبوں پر ہونی چاہئے کہ "اَللّٰھُمَّ اَھِلَّهٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ" اے اللہ! اس ہلال محرم کو ہمارے لئے امن و ایمان اور سلامتی و اسلام کا موجب بنا دے۔ (آمین)

یادش بخیر' آج سے ٹھیک دس سال قبل نئے ہجری سال (۱۴۱۲) کے آغاز پر امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے ایک مختصر لیکن نہایت جامع تحریر ''ندائے خلافت'' کے لئے سپرد قلم کی تھی۔ قارئین محسوس کریں گے کہ اس فکر انگیز تحریر کی تازگی آج بھی نہ صرف برقرار ہے بلکہ اس کی معنویت آج زیادہ اجاگر ہوئی ہے۔ ذیل میں امیر محترم کی مذکورہ تحریر مع عنوان ہدیہ قارئین کی جا رہی ہے:

••••••••••••••••••••••••••••••••

''اے گرفتار ابوبکرؓ و علیؓ ہشیار باش!

محرم الحرام کے ''ہلال احمر'' کے طلوع ہوتے ہی زمانے کا تیز رفتار دریا پندرھویں صدی ہجری کے بارھویں سال میں داخل ہو گیا......!

قمری سال کے آخری ایام خلیفہ ثالث ذوالنورین سیدنا عثمان غنی ؓ کی مظلومانہ شہادت کے تذکروں میں گزرتے ہیں۔ پھر یکم محرم خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق ؓ کا یوم شہادت ہے۔ جبکہ ۱۰ محرم الحرام کربلا کے حادثہ فاجعہ کی تاریخ ہے' جس میں سبط رسولؐ' جگر گوشہ بتولؓ اور یکے از "سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ" سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما نے اپنے اعزہ و اقربا اور رفقاء و احباب کے ساتھ جام شہادت اس شان سے نوش کیا کہ بقول فیض ''پھول مسلے گئے فرش گلزار پر' دعوت رقص تلوار کی دھار پر'' اور بقول جگر ''نہ لاؤ شواش دل میں جو ہیں تیرے دیکھنے والے' سر مقتل بھی دیکھیں گے چمن اندر چمن ساقی!''

پھر ان ہی ایام پر کیا موقوف' ع ''غریب و سادہ و رنگین ہے داستان حرم!'' کے مصداق سال کا شاید ہی کوئی دن ایسا جاتا ہو جس میں مئے توحید کے متوالوں نے شمع توحید پر جانیں نثار نہ کی ہوں' اور ع ''شمع یہ سودائی دلسوزی پروانہ ہے!'' اور ع ''شہادت بر وجود خود ز خون دوستاں خواہی!'' کے تقاضوں کو پورا نہ کیا ہو اور اس طرح ع ''شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن!'' کا عملی ثبوت پیش نہ کیا ہو......!

لیکن باعث تشویش امر یہ ہے کہ عاشورہ محرم تو صدیوں سے ایک خاص مکتب فکر کی جانب سے ''مقتل حسین'' کے سوگ اور ماتم کے لئے وقف تھا ہی' اب ردعمل کے طور پر جملہ خلفاء راشدین کے ''ایام'' سرکاری طور پر منانے کا مطالبہ بھی زور پکڑ رہا ہے...... اور ''مشہد عمر فاروق'' پر تو باقاعدہ جلوس نکالنے کا آغاز بھی اس سال سے ہو گیا ہے۔ اور شدید اندیشہ ہے کہ ع 'بات چل نکلی ہے اب دیکھیں کہاں تک پہنچے!'......

دوسری طرف...... عالمی صیہونیت خوشیاں منا رہی ہے کہ ''عظیم تر اسرائیل' معناً تو وجود میں آ ہی چکا ہے' کوئی دن کی بات ہے کہ واقعتاً بھی منصۂ شہود پر آ جائے گا...... اور پورا عالم عیسائیت اگلے سال (۱۹۹۲ء) ہسپانیہ میں اسلام اور مسلمانوں کے حتمی خاتمے یعنی سقوط غرناطہ (۱۴۹۲ء) کا پانچ سو سالہ جشن منانے کی تیاریاں زور شور سے کر رہا ہے' جس کے لئے پورا ہسپانیہ بالعموم اور اس کا جنوبی صوبہ اندلسیہ بالخصوص اربوں ڈالر کے خرچ سے دلہن کی طرح سجایا جا رہا ہے!

سوچنے کی بات ہے کہ کہیں ہماری یہ باہمی چپقلش بھی جنوب مغربی یورپ کی طرح جنوبی ایشیا سے اسلام اور مسلمانوں کے خاتمے کی تمہید نہ بن جائے۔ اور ان ''ایام'' کو مناتے مناتے ہم ان ''ایام اللہ'' کی فہرست میں اضافے کا سبب نہ بن جائیں جس کا ذکر سورۂ ابراہیم اور سورۂ جاثیہ میں آیا ہے اور جن میں بڑی بڑی قومیں اور امتیں نیست و نابود کر دی گئیں اور صفحۂ ہستی سے ان کا نام و نشان تک مٹا دیا گیا......

حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں!''

••••••••••••••••••••••••••••••••

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

جلد 10 شمارہ 11

29 مارچ تا 4 اپریل 2001ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خان

معاونین: مرزا ایوب بیگ' مرزا ندیم بیگ
نعیم اختر عدنان' سردار اعوان

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار' طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ لاہور

مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 5869501-03 فیکس: 5834000

E-Mail:anjuman@tanzeem.org

Website:www.tanzeem.org

قیمت فی شمارہ: 5 روپے

زرتعاون (اندرون پاکستان):

سالانہ 225 روپے' ششماہی 120 روپے

سالانہ زرتعاون (بیرون پاکستان):

☆ ایران' ترکی' اومان' مسقط' عراق' الجزائر' مصر
700 روپے (12 امریکی ڈالر)

☆ سعودی عرب' کویت' بحرین' قطر' امارات' بھارت' بنگلہ دیش' افریقہ' ایشیا' جاپان' یورپ
900 روپے (15 امریکی ڈالر)

☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا' نیوزی لینڈ
1400 روپے (25 امریکی ڈالر)

کالا باغ ڈیم کا منصوبہ بیرونی طاقتوں کے دباؤ پر کھٹائی میں ڈالا گیا

مسجد دار السلام باغِ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۲۳/ مارچ ۲۰۰۱ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

موجودہ حکومت کے بارے میں اپنے اس تاثر کا اظہار میں نے ۱۶ فروری کے خطاب جمعہ میں کر دیا تھا کہ میں موجودہ حکومت سے کسی خیر کی توقع نہیں رکھتا۔ جبکہ ۱۳ جنوری ۹۹ء کو میں نے نواز شریف حکومت کے بارے میں بھی یہی اعلان کیا تھا۔ اگرچہ شریف فیملی سے ابتداء میں نفاذ اسلام کے ضمن میں کچھ توقع ہوئی تھی' لیکن موجودہ حکومت سے تو دین کے حوالے سے کوئی توقع نہ پہلے تھی نہ اب ہے۔ جنرل مشرف نے اقتدار میں آتے ہی دو کتوں کے ساتھ تصویر کھنچوا کر اور اتاترک کے آئیڈیل ہونے کا تذکرہ کر کے بڑی عمدگی سے مغربی دنیا تک پیغام پہنچایا تھا کہ وہ انہی میں سے ہیں۔ لہذا امریکہ نے پہلے اگرچہ نواز حکومت کے خاتمے پر کچھ ناراضگی کا اظہار کیا تھا لیکن پھر بتدریج امریکہ کا رویہ بدلتا چلا گیا۔ دوسرے صدر کلنٹن کے مشیروں نے انہیں یہ پیغام بھی دیا ہے کہ یہ آخری جرنیل ہے جس سے امریکہ کام لے سکتا ہے اس کے بعد اس تربیت کا حامل خالص سیکولر مزاج کوئی جرنیل ہماری فوج میں موجود نہیں' بلکہ ان کے بعد بنیاد پرستوں کا غلبہ نظر آتا ہے۔

تاہم جنرل مشرف سے ایک توقع تھی کہ یہ کم از کم محب وطن ہیں لیکن انہوں نے اب تک داخلی معاملات میں کوئی اہم فیصلہ کن قدم نہیں اٹھایا' بالخصوص کالا باغ ڈیم کی تعمیر کا عزم ظاہر کرنے کے بعد اس معاملے میں پسپائی اختیار کرنا ملک کے مستقبل کے لحاظ سے ہرگز دانش مندانہ قدم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ پانی کی کمی اور خشک سالی نے ہمیں تباہی کے جس گڑھے کے کنارے لا کھڑا کیا ہے اس کے حقیقی شعور و ادراک سے شاید ہم بحیثیت قوم اور ہمارے حکمران تہی دامن ہیں۔ خشک سالی کے ہولناک نتائج و عواقب کا مقابلہ کرنے کے لئے کالا باغ ڈیم کی تعمیر ناگزیر ہے۔ بہرکیف صورت حال یہ ہے کہ اس حکومت نے اپنے ڈیڑھ سالوں میں کوئی ٹھوس کام نہیں کیا۔ لہذا اب مجھے اس پہلو سے بھی ان سے کوئی توقع نہیں رہی۔ دوسری طرف یہ حکومت آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی آلہ کار اور اس دجالی تہذیب کی ایجنٹ کے طور پر سامنے آئی ہے جس کی تین خصوصیات ہیں یعنی سیکولرزم' سودی معیشت اور سوشل انجینئرنگ۔ یہ دجالی تہذیب کے تین وار ہیں جن میں سے آخری سوشل انجینئرنگ ہے یعنی وہ مادر پدر آزاد معاشرت جس نے اقوام مغرب کے خاندانی نظام کو تہہ و بالا کے کر رکھ دیا اور وہ معاشرتی اقدار کا جنازہ نکال دیا' اس معاشرت کی نہایت سازشی انداز میں ترویج۔ یہ کام نہایت تیزی کے ساتھ پاکستان میں ہو رہا ہے جس کا ایک نمایاں مظہر بلدیاتی نظام میں عورتوں کو غیر معمولی نمائندگی دینا اور ان کے لئے کوٹہ مخصوص کرنا ہے۔ یہ دراصل یہود کا دیا ہوا ایجنڈا ہے جس کی تعمیل میں ہماری موجودہ حکومت بڑی مستعدی کے ساتھ سرگرم عمل ہے۔ میری رائے میں اگر دینی جماعتوں نے اس معاملے میں کوئی موثر تحریک نہ اٹھائی تو یہ ایسی کوتاہی اور تقصیر ہوگی جسے تاریخ کبھی معاف نہیں کرے گی۔

داخلی سطح پر حکومت کی کارکردگی کا یہ حال ہے کہ اے آر ڈی کا جلسہ روکنے کے لیے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنے کے باعث انہیں سیاسی و اخلاقی سطح پر بھی واضح شکست سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ جلسہ رکوانے کے لیے جس بڑے پیمانے پر گرفتاریاں ہوئی ہیں اس سے نہ صرف حکومت کی بزدلی ظاہر ہوئی ہے بلکہ یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ حکومت کو خود پر اعتماد نہیں ہے۔ حکومت کی جلد بازی اور جلسہ کو رکوانے کی غلط حکمت عملی کے باعث اے آر ڈی کو بغیر جلسہ کیے بہت بڑی سیاسی فتح حاصل ہو گئی ہے۔ چنانچہ اے آر ڈی نے حکومت کے خلاف تحریک کا آغاز کر دیا ہے اور اگر اس تحریک نے زور پکڑا تو ہمیشہ کی طرح دینی جماعتیں بھی اس تحریک میں شامل ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا ایک بار پھر دمادم مست قلندر ہوگا اور موجودہ حکومت کو بھی ایوب اور بھٹو کی طرح بھاگنا پڑے گا۔ تاہم اس اکھاڑ پچھاڑ سے ماضی میں کوئی خیر برآمد ہوا تھا نہ اب ہوگا۔ ملک کی خیر خواہی کا درست راستہ یہ ہے کہ دینی جماعتیں باہم متحد ہو کر انتخابی سیاست سے علیحدہ رہتے ہوئے ملک میں موجود منکرات کے خلاف تحریک چلائیں تو ضرور خیر برآمد ہوگا۔ کسی سیکولر سیاسی اتحاد کا ضمیمہ بن کر تحریک چلانے کے نتیجے میں سارا فائدہ سیکولر جماعتوں کو ہوتا ہے۔ چنانچہ ماضی میں دینی جماعتوں کی قربانیوں کے نتیجے میں غلبۂ اسلام کے بجائے مفاد پرست سیکولر عناصر ہی کو غلبہ حاصل ہوتا رہا ہے۔

موجودہ حکومت نے اپنا اقتدار بچانے کے لیے آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک سے وفاداری نبھانے کی جو روش اختیار کر رکھی ہے وہ کسی بھی صورت ملک و قوم کے حق میں نہیں۔ جبکہ وزیر خارجہ کے بعد اب چیف ایگزیکٹو کا یہ کہنا کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط سے کوئی فرق نہیں پڑے گا' ملک و ملت سے غداری کے مترادف ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر کے اینٹی اسلام ایجنڈے کی تکمیل کی خاطر بلدیاتی انتخابات میں خواتین کی ایک تہائی نمائندگی' سودی معیشت کے خاتمہ میں لیت و لعل سے کام لینا اور بجلی کی قیمت میں اضافے جیسے دوسرے اقدامات ملک و ملت کو تباہی کی طرف دھکیلنے کا باعث ہیں۔ ان حالات میں موجودہ حکومت کا اقتدار میں رہنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہا۔ لہٰذا حکومت کو چاہیے کہ فوراً الیکشن کرائے اور اقتدار سول نمائندوں کے حوالے کر کے چلتی بنے۔

جہاں تک کالا باغ ڈیم کی تعمیر سے حکومت کی دستبرداری کا تعلق ہے تو حقیقت یہ ہے کہ کالا باغ ڈیم سندھ' سرحد یا بلوچستان کا مسئلہ نہیں بلکہ اس کی تعمیر کا معاملہ بیرونی طاقتوں کے اشارے پر کھٹائی میں ڈالا جا رہا ہے۔ دراصل اسلام دشمن عالمی استعماری قوتیں نہیں چاہتیں کہ پاکستان اپنے پیروں پر کھڑا ہو کیونکہ یہاں جتنا زیادہ بھوک اور افلاس ہوگا اتنا ہم سے اپنی شرائط منوانا اور ہمیں اپنی غلامی کے شکنجے میں کسنا ان کے لیے آسان ہوگا۔ ایک باوقار قوم کی طرح جینے اور ان استعماری قوتوں کی غلامی سے نجات کی واحد راہ یہ ہے کہ ڈیفالٹ کر دیا جائے اور ڈیفالٹ ہونے کی صورت میں لگنے والی پابندیوں سے نہ گھبرایا جائے۔ اگرچہ ان پابندیوں کے نتیجے میں مشکلات آتی ہیں لیکن ایسا نہیں ہے کہ ان مشکلات سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ حال ہی میں امریکہ میں ایک ترک مسلم خاتون نے اس موضوع پر تھیسس لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے کہ پابندیاں لگنے کی صورت میں کسی ملک کو ان کا مقابلہ کرنے کے لیے کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے۔

(مرتب : فرقان دانش خان)

آزادیِ افکار سے ہے ان کی تباہی
رکھتے نہیں جو فکر و تدبر کا سلیقہ
ہو فکر اگر خام تو آزادیِ افکار
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ!

تجزیہ

اے آر ڈی۔ ”تہلکہ“ اور پاک بھارت حکومتیں

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

۲۳ مارچ یوم پاکستان کی حیثیت سے بھرپور طور پر منایا جاتا ہے۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو مسلمانان ہند نے مسلم لیگ کے جھنڈے تلے آزاد مسلمان ریاستوں کے قیام کا مطالبہ کیا۔ یہ مطالبہ بعد ازاں ہندو پریس کی حواس باختگی سے مطالبہ پاکستان کی شکل اختیار کر گیا لہذا اس روز جلسہ میں منظور کی جانے والی قرارداد بعد ازاں قرارداد پاکستان کہلائی۔ اگرچہ اہل پاکستان اس دن کو اس پس منظر کی بنا پر جشن کے انداز میں مناتے ہیں لیکن ہماری اکثریت کے ذہنوں سے یہ بات اوجھل ہوگئی ہے کہ ۱۹۵۶ء میں اسی روز یعنی ۲۳ مارچ کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے پہلا دستور منظور کیا تھا اور تخت برطانیہ سے ہمارا رسمی تعلق بھی ختم ہو گیا تھا۔ اسی لئے اسے کچھ عرصہ تک یوم جمہوریہ پاکستان بھی کہا جاتا رہا۔ بہرحال ایک مرتبہ پھر قوم یہ دن اس حال میں منا رہی ہے کہ جمہوریت کی بساط لپیٹی جا چکی ہے' اسمبلیاں معطل ہیں' ایک شخص کے ہاتھ میں تمام اختیارات ہیں' سپریم کورٹ کی عنایت سے دستور اس کی مٹھی میں ہے اور قانون اس کی زبان کی جنبش کا محتاج ہے۔

فوجی حکمرانوں نے سفر کا آغاز بنیادی جمہوریت سے کیا تھا۔ غیر جماعتی جمہوریت کا مزہ چکھنے کے بعد اب وہ حقیقی جمہوریت کی تلاش میں ہیں جس کا سراغ مقامی حکومتوں کے قیام سے لگایا جا رہا ہے۔ ہمارے سیاست دان چونکہ جمہوریت کے ساتھ کسی قسم کا سابقہ یا لاحقہ قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے لہذا بزرگ سیاست دان نواب زادہ نصر اللہ خان جنہیں لوگ اب بابائے جمہوریت کے ساتھ بنائے آمریت بھی کہنے لگے ہیں' اپنے شہرۂ آفاق حقہ سمیت ایک بار پھر فوجی حکومت سے زور آزمائی کے لئے میدان میں کود چکے ہیں۔ وہ اتحاد سازی کے ماہر ہیں اور حکومت مخالف سیاست دانوں کے سر یوں جوڑ دیتے ہیں جیسے ایک ماہر گھڑی ساز چھوٹے چھوٹے پرزے جوڑ دیتا ہے۔

اے آر ڈی کے نام سے ایک عدد اتحاد نواب صاحب نے چھ ماہ میں بنا مارا تھا۔ یہ بات الگ ہے کہ ۲۳ مارچ تک یہ اتحاد ”آؤ رولا ڈالیں“ (یعنی آؤ شور مچائیں) کا مخفف معلوم ہوتا تھا۔ کسی قسم کی احتجاجی تحریک چلا لینا تو دور کی بات ہے وہ انٹرنیشنل میڈیا پر اپنا اظہار بھی نہ کر سکا اور نہ ہی کوئی آواز اٹھا سکا ہے۔ موجودہ فوجی حکومت چونکہ سیاست کی آؤٹ ڈور شوٹنگ کے معاملے میں بڑی حساس ہے لہذا زمانہ شناس سیاست دانوں نے ۲۳ مارچ کو ایک جلسہ عام کے انعقاد کا اعلان کر دیا۔ ایک بڑا عوامی جلسہ منعقد کرنے کے معاملے میں اے آر ڈی کی قیادت کے اعتماد اور سنجیدگی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے اقبال پارک کی بجائے موچی دروازے میں جلسے کے انعقاد کا فیصلہ کیا جو اب کسی بڑے عوامی اجتماع کا متحمل ہی نہیں رہا۔ سیاست دان عوامی موڈ کا اندازہ کر چکے تھے کہ عوام سیاسی اکھاڑ پچھاڑ کو بڑوں کے مفادات کا کھیل سمجھنے لگے ہیں اور وہ ان میں شرکت اپنے وقت کا ضیاع سمجھتے ہیں لہذا صاف معلوم ہو رہا تھا کہ انہیں

ابو الحسن

جلسہ کے ناکام ہونے کا دھڑکا لگا ہوا ہے۔ لیکن حکومتی مشیر جو لال بجھکڑوں کو مات دینے پر تلے ہوئے تھے' انہوں نے ایسی کارگزاری دکھائی کہ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر یہ تاثر ملا کہ عوام کی عظیم اکثریت حکومت مخالف سیاست دانوں کی راہ میں آنکھیں بچھانے کے لئے بے تاب تھی لیکن حکومت نے ریاستی قوت کے بے جا استعمال سے ایک عظیم الشان جلسے کا انعقاد ناممکن بنا دیا۔ انٹرنیشنل میڈیا نے اس کارروائی کو بڑی زبردست کوریج دی اور حکومت اپنی حماقت کی وجہ سے اے آر ڈی کی وکٹ پر کھیل کر تماشا بن گئی۔ راقم کی رائے میں اگر حکومت اے آر ڈی کو جلسہ کرنے کی اجازت دے دیتی تو جلسہ بری طرح ناکام ہوتا جس سے حکومت مخالف سیاست دانوں کے حوصلے پست ہوتے لیکن ناکام ہونے کی وجہ قطعی طور پر یہ نہ ہوتی کہ مشرف حکومت بہت مقبول ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عوام سیاست دانوں کی شعبدہ بازی اور فوجیوں کی اٹھک بیٹھک سے بری طرح نالاں ہیں اور سیاسی معاملات سے لاتعلقی اختیار کر چکے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کمر توڑ مہنگائی نے عوام کی اکثریت کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ بیل کی طرح جت جائیں اور سر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں کہ آس پاس کیا ہو رہا ہے۔

جن دنوں پاکستان میں حکومت اور اپوزیشن کے مابین جلسہ کے انعقاد کے سلسلے میں چپقلش عروج پر تھی' بھارت میں ایک ویب سائٹ پر فوج کے ایک جنرل اور اعلیٰ سیاست دان کو دفاعی سودے کے عوض رشوت لیتے دکھایا گیا۔ حکومتی پارٹی بی جے پی کے صدر بھی رشوت خوری میں ملوث پائے گئے جس پر اپوزیشن جماعتوں نے ہنگامہ کر دیا۔ کئی دن کے لئے پارلیمنٹ کی کارروائی اس ہنگامہ کی نذر ہوگئی بالآخر اسمبلی کے اجلاس کو غیر معینہ مدت کے لئے ملتوی کرنا پڑا۔ وزیر دفاع اور دوسرے کئی وزراء جن کا ظاہری طور پر رشوت کے اس کیس سے براہ راست کوئی تعلق نہیں تھا' فوری طور پر اپنے عہدوں سے مستعفی ہو گئے۔ بی جے پی کے صدر نے بھی اپنی جماعت سے استعفیٰ دے دیا لیکن اپوزیشن اور عوام کی طرف سے زبردست دباؤ ہے کہ وزیر اعظم واجپائی استعفیٰ دے دیں۔ اپوزیشن کا اٹھایا ہوا یہ طوفان تھم نہیں رہا اور واجپائی حکومت سخت خطرے میں ہے۔ ہمارے بعض تجزیہ نگار بغلیں بجا رہے ہیں کہ ہندوستان کے حکمران بھی لوٹ مار میں ہم سے کم نہیں اور وہاں بھی حکومت کے اعلیٰ ترین عہدیدار رشوت ستانی میں ملوث ہیں۔ اگرچہ یہ بالکل درست ہے کہ دفاعی سودوں میں رشوت غداری کے مترادف ہے لیکن اس سارے معاملے پر نگاہ ڈالیں تو اس سکینڈل سے بھارت کے سیاسی ڈھانچے کے بارے میں بعض مثبت باتیں سامنے آئیں گی۔

۱) ایک نیوز ایجنسی نے فوج اور حکمران جماعت کے اعلیٰ ترین عہدیداروں کو بے نقاب کر کے کتنی بڑی قومی خدمت کی۔ مکمل ثبوت فراہم نہ ہونے کی صورت میں اس کے لئے کتنا بڑا رسک تھا۔

۲) جمہوری اداروں کی مضبوطی کی وجہ سے یہ نیوز ایجنسی جانتی تھی کہ حکمران اسے کوئی زک نہیں پہنچا سکیں گے۔

۳) وزیر دفاع اور دوسرے وزراء جن کا براہ راست سکینڈل سے کوئی تعلق نہیں تھا' انہوں نے اپنے ماتحتوں کے گناہ کی ذمہ داری قبول کی۔

۴) یہ شور و غوغا نہیں کیا گیا کہ فلم جعلی بنا لی گئی ہے اور ہمارے ہاتھ صاف ہیں۔

۵) دوسرے حکومتی عہدیدار بھی پردہ پوشی کی بجائے مجرموں کو عبرتناک سزا دینے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

۶) عوام کی طرف سے شدید مذمت اور مخالفانہ جذبات کا اظہار کیا گیا ہے لیکن حکومت نے کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ڈالی۔

۷) الیکٹرونک میڈیا پر مخالفین کو مکمل اجازت دی گئی ہے کہ وہ اس سکینڈل کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار کریں اور انہوں نے حکومت کے خوب لتے لئے۔

۸) واجپائی حکومت نے جلسوں کے ذریعے عوام رابطہ مہم شروع کی ہے اس میں مجرموں کو قرار واقعی سزا دینے کے ساتھ اپنی حکومت کا نقطہ نظر بھی پیش کیا ہے۔

۹) حکومت یا اپوزیشن کسی نے بھی اس بحران میں فوج

سے مدد طلب نہیں کی اور نہ غیر ملکی سفارت خانوں کا رخ کیا ہے۔ فریقین میں سے کسی نے کسی غیر ملکی سے اس مسئلہ پر بات تک کرنا گوارا نہیں کی۔

۱۰) اپوزیشن نے واجپائی کے پتلے ضرور جلائے لیکن پبلک یا پرائیویٹ پراپرٹی کو معمولی گزند بھی نہیں پہنچایا گیا۔

پاکستان میں جب کبھی کوئی مالی سکینڈل بے نقاب ہوا تو حکومتی اور اپوزیشن جماعتیں کیا کچھ کرتی ہیں اس کی تفصیل کوئی راز نہیں' ویسے بھی اس کا بیان بڑا تکلیف دہ ہے۔ بھارت کا یہ مالی سکینڈل یقیناً بھارت کے لئے بدنامی اور رسوائی کا باعث بنا ہے لیکن عوام اور حکومت دونوں کا ردعمل مستقبل میں بہتری پیدا کرے گا' ہمیں بھی اس سے سبق سیکھنا چاہئے۔ بدقسمتی سے ہمارے حکمرانوں نے ہمیشہ اپنی کرسی مضبوط کرنے کی کوشش کی۔ وہ ہر قسم کے حکومتی وسائل اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے پر لگا دیتے ہیں جس سے اداروں کو استحکام حاصل نہ ہو سکا۔ لوگوں میں جرأت اور بے باکی کے بجائے خوف اور خوشامد کا کلچر پیدا ہو گیا جس سے جرائم کی نشاندہی انتہائی مشکل ہو گئی۔ احتساب کا عمل یک طرفہ اور انتقامی رخ اختیار کر گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ قومی خزانہ لٹتا رہا' سیاسی مخالفین ایک دوسرے کے خلاف ہوا میں تلواریں چلاتے رہے لیکن اصلاً یہ لٹیرے باہمی تعاون سے اپنی تجوریاں بھرتے رہے اور ملک دیوالیہ ہو گیا۔ اس دیوالیہ پن کے باعث آج ہماری ایٹمی صلاحیت خطرے میں ہے۔

ہمارے حکمرانوں کو کون سمجھائے کہ جلسے جلوسوں پر پابندی لگا کر اور میڈیا کو اپنے قبضہ میں لے کر اور مخالفین کو ہتھکڑیاں پہنا کر جو گھٹن وہ پیدا کرتے ہیں وہ خود ان کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے' ان ہتھکنڈوں سے جس کرسی کو وہ مضبوط کر رہے ہوتے ہیں' ایسے اقدامات اس گھن کی طرح اس کرسی کو کمزور کر دیتے ہیں جو اندر ہی اندر لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی مضبوط کرسی دھڑام سے گر جاتی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ فانی انسان اور عارضی اقتدار کی بجائے اداروں کو مستحکم کریں تاکہ ترقی یافتہ اقوام کی صف میں شامل ہو سکیں۔ مضبوط اداروں کا قیام یقیناً مغرب کا کارنامہ ہے لیکن ہمیں نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث مبارک یاد رکھنی چاہئے کہ حکمت مومن کی گمشدہ متاع ہے' جہاں سے ملے حاصل کر لے۔

بقیہ : گوشہ خواتین

نے کہ بیشک اللہ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم' اپنے وقت کو میری بندگی کے لئے فارغ کر دو تو میں تمہارے سینے کو غنیٰ (بے نیازی) سے بھر دوں گا اور تمہاری احتیاج کو دور کر دوں گا اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میں تمہارے دونوں ہاتھوں کو (دنیا کے) کاموں سے بھر دوں گا اور تمہاری احتیاج بھی دور نہ کروں گا''۔

ناظم تنظیم اسلامی بیگم ڈاکٹر اسرار احمد صاحبہ کے اختتامی کلمات اور دعا کے ساتھ اس اجتماع کا اختتام ہوا۔ آخر میں حاضرات کی تواضع چائے اور بسکٹوں سے کی گئی۔

(مرتبہ : بیگم حافظ عاکف سعید)

تنظیم اسلامی شمالی امریکہ (TINA) کے رفقاء کے نام
امیر تنظیم اسلامی کا پیغام

محترم رفقائے تنظیم اسلامی امریکہ ______ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس سال ہم نے پاکستان کی تنظیم کے ضمن میں یہ طے کیا تھا کہ کوئی آل پاکستان سالانہ اجتماع نہیں کیا جائے گا بلکہ تین حصوں میں علاقائی اجتماعات منعقد ہوں گے۔ چنانچہ سندھ' بلوچستان کا اجتماع اواخر جنوری میں کراچی میں جبکہ پنجاب اور آزاد کشمیر کا اجتماع اواخر فروری میں لاہور میں منعقد ہو چکے ہیں۔ اور اب صوبہ سرحد کا اجتماع اواخر اپریل میں تیمر گرہ (مالاکنڈ) میں منعقد ہو گا۔

پنجاب کا اجتماع لاہور سے تقریباً ساٹھ کلومیٹر شمال مغرب میں موضع دراجکے میں واقع ''فردوسی فارم'' میں منعقد ہوا۔ یہ فارم میرے مرحوم بھائی اقتدار احمد نے اپنی (اور میری) والدہ صاحبہ کے نام پر بنایا تھا۔ اس اجتماع کا ایسی کھلی اور پرفضا جگہ پر انعقاد بہت خوبصورت اور روح پرور منظر پیش کر رہا تھا۔ پھر اس اجتماع کے آخری روز عزیزم اقتدار احمد کے بیٹوں (یعنی میرے بھتیجوں نے جن میں سے دو میرے داماد بھی ہیں) اعلان کر دیا کہ تین ایکڑ کا یہ رقبہ جس پر یہ اجتماع منعقد ہوا ہے اب دین کے کام کے لئے ہی ''وقف'' رہے گا ______ اس سے اجتماع کے روح پرور ماحول میں ایک تشکر و امتنان کی رقت بھی شامل ہو گئی ______ جس کے زیر اثر میں نے اپنے الوداعی دعائیہ کلمات کے ساتھ اپنی اس خواہش کا بھی اظہار کر دیا کہ اسی سال اکتوبر یا نومبر میں اسی مقام پر ایک آل پاکستان اجتماع بھی منعقد کیا جائے ______ جس کی حاضرین کی اکثریت نے فوری طور پر تصویب بھی کر دی۔ تاہم یہ ابھی تک بس ایک تجویز ہے' فیصلہ عنقریب مناسب مشاورت کے بعد کیا جائے گا (غالباً اواخر اپریل میں صوبہ سرحد کے اجتماع کے موقع پر!)

اس کے بعد میرا ذہن ادھر بھی منتقل ہوا کہ اگر اس اجتماع میں امریکہ کے رفقاء بھی شریک ہوں تو سونے پر سہاگہ ہو جائے گا۔ آپ لوگوں کو علم ہو گا کہ اسلامک میڈیکل ایسوسی ایشن آف نارتھ امریکہ اپنا سالانہ کنونشن ایک سال امریکہ ہی میں کسی مقام پر اور ایک سال کسی بیرونی مسلمان ملک میں منعقد کرتی ہے۔ (چنانچہ خود میں بھی ایسے دو مواقع پر ان کی دعوت پر سپین اور ترکی کا سفر کر چکا ہوں) ______ چنانچہ اگر اس سال TINA بھی اپنا سالانہ کنونشن امریکہ کی بجائے پاکستان میں منعقد کر لے تو ایسی کوئی بہت بڑی بات نہ ہو گی ______ اس سے باہمی تعارف اور قرب کا مقصد بھی حاصل ہو گا ______ اور ''بُعد'' اور ''فصل'' میں بھی کمی آئے گی آخر میں ڈرتے ڈرتے یہ بھی عرض کر دوں کہ وجدانی طور پر میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ غالباً اب اس دنیا سے روانگی زیادہ دور نہیں ہے لہذا دلی خواہش ہے کہ اس سال تنظیم اسلامی کے ''کل عالمی اجتماع'' کا دل خوش کن منظر بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں ______ ورنہ کیا پتہ.........؟

میری خواہش ہے کہ امیر TINA ظفر احمد خان صاحب میرے اس خط کا انگریزی ترجمہ (بہتر ہے کہ عزیزم عرفان اقبال سے) کرا کے اسے ای میل کے ذریعے جملہ رفقاء تک پہنچا دیں ______ اور پھر ان کے ردعمل پر مجلس مشاورت میں غور و فکر کر کے مثبت یا منفی فیصلہ کر لیں۔ حتمی فیصلہ ع ''فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے'' کے مصداق رفقاء TINA کریں گے۔

فقط والسلام

ڈاکٹر اسرار احمد

امیر تنظیم اسلامی

عہد حاضر کی خلافت عوامی ہوگی

ڈاکٹر اسرار احمد

جب تک نبوت کا سلسلہ جاری تھا اس وقت تک خلافت شخصی تھی۔ ایسا کیوں تھا؟ اس لئے کہ اللہ کا حکم ہر انسان کے پاس براہ راست نہیں آ رہا تھا۔ حاکم حقیقی تو آسمان پر تھا' ہر انسان سے اس کا براہ راست رابطہ نہ تھا' البتہ وحی یا Verbal Communication کے ذریعے صرف نبی کا رابطہ اصل حاکم سے قائم ہوتا تھا۔ احکام اسی کے پاس آتے تھے اور تنفیذ کا ذمہ دار بھی وہی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت خلافت شخصی تھی۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام سے صیغہ واحد میں خطاب کر کے فرمایا گیا:

''اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے''۔

اس طرح ارشاد نہیں ہوا کہ 'اے بنی اسرائیل ہم نے تم کو خلافت دی ہے'' بلکہ خطاب ایک فرد معین سے ہے۔ نبی ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ سے بھی اس موضوع پر بہت روشنی پڑتی ہے۔ فرمایا:

''بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کے ہاتھ میں تھی'
جیسے ہی ایک نبی کا انتقال ہوتا تھا ایک اور نبی اس کا
جانشین ہوجاتا تھا''۔

چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کے بعد نبوت بھی سلیمان علیہ السلام کو مل گئی اور خلافت بھی۔ پھر چودہ سو برس تک یہ سلسلہ ٹوٹا ہی نہیں۔ مگر ہمارے زمانے میں جب تک نبی اکرم ﷺ موجود تھے۔ آپ ہی خلیفہ تھے۔ جب آنحضرت ﷺ کا انتقال ہوگیا تو آپ کے ساتھ وحی و نبوت کا سلسلہ تو ختم ہوگیا مگر خلافت کے نظام میں ایک بہت بڑا انقلاب آ گیا۔ چنانچہ اب خلافت شخصی نہیں اجتماعی ہوگئی۔ چنانچہ سورۂ نور کی آیت ۵۵ پر ایک بار پھر نظر ڈالئے:

یعنی ''اللہ کا وعدہ ہے کہ (اے مسلمانو!) تم میں سے
جو لوگ ایمان اور عمل صالح کا حق ادا کر دیں گے ہم
انہیں لازماً خلافت عطا کریں گے''۔

دیکھئے یہاں واحد کی ضمیر نہیں ہے بلکہ جمع کی ضمیر ہے۔ گویا اب خلافت شخصی اور انفرادی کے بجائے اجتماعی بن چکی ہے۔ اب اس دور میں Social Evolution (عمرانی ارتقاء) جس مقام پر پہنچ چکا ہے اس کے حوالے سے ''حاکمیت'' کا جائزہ بھی لینا ہوگا۔ معاشرتی ارتقاء کے تین مراحل ہیں۔

ایک زمانہ تھا جب انسان صرف قبائلی اجتماعیت سے واقف تھا' قبیلے کا ایک سردار ہوا کرتا تھا۔ اب اگر وہ سردار یہ دعویٰ کرتا کہ میرے اختیارات مطلق ہیں' میں جو چاہوں حکم دوں تو گویا اس نے ''حاکمیت'' کا دعویٰ کیا جو کفر و شرک ہے۔ تاہم اگر وہ تسلیم کرے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں' اللہ کا حکم نافذ کروں گا تو اب اس کی حیثیت خلیفہ کی ہوگئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہی پوزیشن تھی' وہ کہیں کے بادشاہ نہ تھے' بس ایک گھرانے کے سردار تھے' لیکن اللہ کے نبی تھے' اللہ کا حکم نافذ کرنے والے تھے۔ گویا وہ اپنے خاندان میں اللہ کے خلیفہ تھے۔

عمرانی ارتقاء کے اگلے مرحلے میں بڑی بڑی مملکتیں قائم ہوگئیں۔ ان سلطنتوں کے زمانے میں دور ملوکیت کا آغاز ہوا۔ یہ ملوک بھی دو قسم کے تھے۔ ایک طرف فرعون جیسے ملوک تھے جو اپنے اختیار مطلق کے دعویدار تھے۔ دوسری طرف داؤد علیہ السلام جیسے بادشاہ تھے۔ قرآن مجید میں آتا ہے ''وَجَعَلَكُمْ مُلُوْكًا'' اور (اے بنی اسرائیل اس نے تم کو ملوک بنایا) گویا عمرانی ارتقاء کے اس مرحلے میں وہ بادشاہ تو ہیں لیکن معناً خلیفہ ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا جو حکم آ رہا ہے اس کو وہ خود بھی مان رہے ہیں اور اس کی تنفیذ بھی کر رہے ہیں۔

اور...... عمرانی ارتقاء کا اب آخری مرحلہ عوامی حاکمیت کا دور ہے۔ انسانوں میں اپنے حقوق کا شعور بیدار ہوا۔ ان کے ذہنوں میں سوالات ابھرنے لگے کہ ان کے اوپر انہی جیسا ایک انسان کیسے حکومت کرسکتا ہے۔ اس کے بھی دو ہی ہاتھ اور دو ہی پاؤں تو ہیں۔ یہ حکمرانی تو پوری انسانیت کا حق ہے جس پر ایک شخص قابض ہوگیا ہے مگر اس آخری ارتقاء کی منزل میں بھی حق و باطل کا معرکہ جاری ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ شروع سے ہی دو چیزوں کے درمیان معرکہ آرائی رہی ہے' ایک طرف حاکمیت ہے دوسری طرف خلافت۔ گویا:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفویؐ سے شرار بولہبی

البتہ یہ ضرور ہے کہ حاکمیت کی شکلیں مختلف ادوار میں مختلف رہی ہیں۔ حاکمیت اور خلافت کے ظاہری ڈھانچے ایک جیسے ہوتے ہیں' ان میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ کہنے کو فرعون و نمرود بھی بادشاہ ہیں اور داؤدؑ و سلیمانؑ بھی بادشاہ۔ لیکن نمرود اور فرعون درحقیقت خدائی کے دعویدار ہیں لہٰذا مشرک اور کافر ہیں جبکہ داؤد اور سلیمان ظاہری اعتبار سے تو بادشاہ ہیں لیکن حقیقت میں خلیفہ ہیں۔ بعینہ یہی پوزیشن آج کے عہد میں ہے۔

علامہ اقبال نے یہ بات اپنی زندگی کی آخری نظم ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' میں بیان کی ہے۔ اس نظام میں علامہ اقبال کے عمرانی فکر (Social Thoughts) کا خلاصہ آ گیا ہے۔ چنانچہ اس نظم میں ابلیس کا ایک مشیر کہتا ہے: ''جمہوریت کا دور آ گیا ہے' ہمیں اس سے بڑا اندیشہ ہے۔ گویا ہماری شیطنت کو چیلنج کرنے کے لئے انسان جاگ اٹھا ہے''۔ دوسرا مشیر کہتا ہے کہ ''تمہیں خواہ مخواق کی تشویش ہوگئی ہے۔ ارے ؎

ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
جب ذرا آدم ہوا خود شناس و خود نگر
تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر''

حقیقت یہ ہے کہ موجودہ دور کی جمہوریت دراصل سرمایہ داروں کی آمریت ہے۔ امریکہ کے نظام کو جو لوگ جمہوریت سمجھ بیٹھے ہیں ان کی دماغی صحت یقیناً مشکوک ہے۔ بقول اقبال ؎

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

امریکہ میں الیکشن لڑنے کیلئے Millionare نہیں Billionare ہونا ضروری ہے۔ بیچارے عام آدمی کے ہاتھ میں تو صرف ووٹ کی پرچی ہے' جس نے اسے پاگل بنا دیا ہے۔ یہی پرچہ ہمارے ہاں بھی عام آدمی کے ہاتھ میں آ گئی ہے' مگر پس پردہ کھیل وہاں سرمایہ داروں کا ہے یہاں جاگیرداروں کا ہے۔ جمہوریت تو تب ہوگی جب عوام کے اندر معاشی انصاف قائم ہو جائے۔ اس معاشی انصاف کے بعد ان کے ہاتھ پرچی دیکھ کر دیکھئے۔ اب وہ خود فیصلے کرنے کی پوزیشن میں ہوں گے کہ اس پرچی کو وہ کس کے لئے استعمال کریں۔

ایک طرف عمرانی ارتقاء کے نتیجے میں شیطان نے انسانی حاکمیت کے تصور کو اجتماعی حاکمیت کی شکل دے دی ہے تاکہ اس کی شیطنت برقرار رہے۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے بھی انسانی خلافت کو شخصی خلافت سے ہٹا کر اجتماعی خلافت میں بدل دیا ہے۔ یہ معاملہ ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ حاکمیت اور خلافت کی جنگ مسلسل جاری ہے۔ عہد حاضر کی خلافت ''عوامی خلافت'' ہے۔ حضرت عمرؓ کے بقول خلافت ''امر المسلمین'' ہے۔ یہ مسلمانوں کا ایک اجتماعی ادارہ ہے۔ قرآن مجید میں اس فلسفہ کو سورۂ شوریٰ میں ان الفاظ کے ذریعے واضح کیا گیا ہے: ﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ اس سے یہی مراد ہے کہ مسلمانوں کا ''امر'' مسلمانوں کی باہمی مشاورت سے طے پائے گا۔

نصابی کتب کی تیاری میں عدم احتیاط

درسی کتب کی تیاری کے سلسلہ میں اس بات کو پیش نظر رکھنا نہایت ضروری ہے کہ ان کے مندرجات نہ متنازعہ ہوں اور نہ ہی خلاف حقیقت۔ پالیسی ساز افسران مجاز کی اس بات پر گہری نظر ہونی چاہئے کیونکہ اس معاملے میں تساہل اور غیر ذمہ دارانہ رویہ سنگین نتائج کا حامل ہوسکتا ہے۔ بدقسمتی دیکھئے کہ ہمارے ہاں شائع ہونے والی درسی کتب پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں نصابی کتب کی تیاری کے سلسلہ میں احتیاط نام کی کسی شے کو دخل نہیں۔

یہ معروف دستور چلا آتا ہے کہ رسول آخرالزمان کے نام کے ساتھ ﷺ جو صلوا علیہ وسلموا تسلیما سے ماخوذ ہے' لکھا جاتا ہے جبکہ تمام انبیاء اور رسل کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام لکھا جاتا ہے کیونکہ انبیاء کے تذکرہ کے سلسلہ میں قرآن مجید میں اکثر سلام علیٰ کے الفاظ آئے ہیں۔ اسی طرح اصحاب رسولؐ کے ناموں

کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھا جاتا ہے اور یہ الفاظ بھی قرآن مجید سے مستنبط کئے گئے ہیں جہاں صحابہ کے لئے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ لکھا ہے۔ پھر امت کے صالحین' شہداء' متقی اور علماء جو فوت ہو چکے ہوں ان کے لئے رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ لکھے جاتے ہیں۔ اس طرح جہاں ادب و احترام کا تقاضا پورا ہوتا ہے وہاں فرق مراتب بھی ملحوظ خاطر رہتا ہے۔

ہمارے ہاں کی درسی کتب میں ان دعائیہ کلمات کو غیر معروف' غیر محتاط اور نامناسب انداز میں لکھا جا رہا ہے۔ بعض صحابہ کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام اور بعض صالحین امت کے لئے رضی اللہ عنہ کے الفاظ درج کئے جا رہے ہیں جو غلط فہمی اور الجھن کا باعث بن رہے ہیں اور ننھے طالب علموں کے ذہنوں میں فرق مراتب کے سلسلہ میں غیر حقیقت پسندانہ رویہ پیدا کر رہے ہیں۔ اس ضمن میں مثال کے طور پر تیسری جماعت کی اردو کی کتاب اشاعت ۱۹۹۹ء کے صفحات ۴۱' ۸۰' ۸۹ اور ۱۰۵ جبکہ پانچویں جماعت کی معاشرتی علوم کی کتاب اشاعت ۱۹۹۹ء کا صفحہ ۱۱۵ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ امر بھی تشویشناک ہے کہ ان درسی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کی ایک بیٹی حضرت فاطمہؓ کا تذکرہ تو ملتا ہے جبکہ باقی تین بنات طاہرات کا ذکر تک نہیں' جس سے پڑھنے والوں کے ذہن میں یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ آپ کی صرف ایک بیٹی تھی۔ حالانکہ یہ بات مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے لٹریچر کے علاوہ غیر مسلموں کے ہاں تک تاریخی حقیقت کے طور پر تسلیم شدہ ہے کہ رسول پاکؐ کی حضرت خدیجہؓ کے بطن سے حضرت فاطمہؓ کے علاوہ تین اور بیٹیاں بھی تھیں جن میں سے حضرت رقیہؓ اور ام کلثومؓ یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنیؓ کے نکاح میں آئیں اور وہ ذوالنورین کہلائے جبکہ حضرت زینبؓ حضرت ابوالعاص کی زوجیت میں تھیں اور آپؐ کو اپنی چاروں بیٹیوں سے حد درجہ محبت تھی۔

نصابی کتب سے آنحضرتؐ کی تین بیٹیوں کے ذکر کو نظر انداز کرنے والے مصنفین سے باز پرس کرنے کے علاوہ دیگر مجاز افسران کی بھی سرزنش ہونی چاہئے اور اصلاح احوال کے لئے مستند اسلامی لٹریچر کی روشنی میں آنحضرت ﷺ کی چاروں بیٹیوں کے فضائل و مناقب نصابی کتب میں درج کئے جائیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی شخصیت اہم اور معروف ہے۔

دعوتِ فکر

''اپریل فول''

اکثر لوگ ''اپریل فول'' کا دن مناتے ہیں اور ایک دوسرے کو بے وقوف بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے اس کے پیچھے چھپے ہوئے تلخ حقائق سے وہ واقف نہیں۔

تقریباً ۱۰۰۰ سال پہلے سپین پر مسلمانوں کی حکومت تھی۔ سپین میں مسلمانوں کی حکومت اتنی مضبوط تھی کہ غیر مسلموں کی لاتعداد کوششوں کے باوجود جو ہمیشہ دنیا کے تمام حصوں سے اسلام کے مکمل اخراج اور خاتمہ کا خواب دیکھتے رہتے ہیں' اس حکومت کو شکست نہ دی جاسکی۔ اگرچہ وہ دنیا کے کچھ حصوں میں اپنے اس خواب کی تکمیل میں کامیاب ہو گئے لیکن سپین کے معاملہ میں انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور انہیں اس محاذ پر کئی بار شکست ہوئی۔ اپنے زخموں کو چاٹتے ہوئے ان غیر مسلموں نے سپین میں اپنے جاسوس بھیجے تاکہ وہ مسلمانوں کی قوت کا راز معلوم کریں۔ وہاں وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلمانوں کی اصل طاقت ''تقویٰ'' ہے۔ سپین کے مسلمان صرف نام کے مسلمان نہیں تھے اور نہ ہی وہ وراثتاً مسلمان تھے بلکہ وہ باعمل مسلمان تھے جو قرآن مجید پڑھ کر اس کی تعلیمات پر پوری طرح عمل بھی کرتے تھے۔

عیسائیوں نے مسلمانوں کی طاقت کا راز پالینے کے بعد ان کے اتحاد اور یقین و ایمان کی طاقت کو توڑنے کے طریقے اختیار کئے۔ انہوں نے سپین میں سگریٹ اور شراب مفت بھیجنی شروع کر دی اور لوگوں خاص طور پر نوجوانوں کو ترغیب دلا کر اور معاشرے میں رشوت ستانی و بدعنوانی پھیلا کر مسلمانوں کو برین واش کرنا شروع کر دیا۔

مغرب کی اس حکمت عملی نے اپنا کام دکھانا شروع کر دیا اور مسلمانوں خاص طور پر نوجوانوں کے ایمان و یقین میں دراڑیں ڈالنی شروع کر دیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مغرب نے سپین کو فتح کر لیا اور مسلمانوں کی وہ عظیم الشان حکومت ختم ہو گئی جو تقریباً ۸۰۰ سال پر محیط تھی۔ مسلمانوں کا آخری قلعہ غرناطہ یکم اپریل کو فتح کیا گیا۔ اس وقت سے لے کر آج تک مسلمانوں اور اسلام کے ازلی دشمن یکم اپریل کو ''اپریل فول ڈے'' مناتے ہیں۔ یعنی اس دن انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ چال چلتے ہوئے انہیں بے وقوف بنایا۔ انہوں نے غرناطہ میں نہ صرف مسلمان فوج کو بے وقوف بنایا بلکہ پوری مسلمان امت ان کی چال میں پھنس گئی۔

ان کے پاس تو ایک ٹھوس وجہ موجود ہے کہ وہ یکم اپریل کو ''اپریل فول ڈے'' کے طور پر منائیں تاکہ وہ اپنے کارنامے کو یاد رکھ سکیں۔ جب ہم بھی اس یادگار کو منانے میں شامل ہوتے ہیں تو اس کی وجہ ہماری لاعلمی ہے۔ اگر ہم اس تلخ حقیقت کو جان لیں تو ہم کبھی بھی اپنی شکست کی یادگار منانے والوں کے ساتھ شامل نہیں ہوں گے۔ لہٰذا اب جبکہ ہم اس حقیقت کو جان چکے ہیں' آیئے عہد کریں کہ ہم کبھی اس دن کو نہیں منائیں گے۔ ہمیں سپین کے مسلمانوں سے سبق سیکھنا چاہئے اور ایسا مسلمان بننا چاہئے جس کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو تاکہ کوئی دشمن ہمارے یقین و ایمان کو ڈگمگا نہ سکے۔

(ملاحت قریشی' امریکہ۔ بذریعہ ای میل۔ ترجمہ: حافظ ندیم الحسن)

''اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت مت دو''

ٹی وی دیکھنے سے انسانی فکر کو کوئی تحریک نہیں ملتی

بلکہ قیمتی وقت لغو چیزوں کی نذر ہو جاتا ہے۔

ارشاد نبویؐ ہے: ''دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی لوگ عموماً قدر نہیں کرتے۔ ایک صحت' دوسرا فراغت کا وقت۔''

ایک مسلمان قوم کی حیثیت سے اگر ہم غور کریں تو اس حدیث مبارکہ کے دوسرے حصے کے مصداق ہم اپنی فرصت کے اوقات ٹی وی اور تھیٹر کی اخلاقی تباہ کاریوں' کرکٹ اور پتنگ بازی جیسے بے مقصد کھیلوں اور یہود و ہنود کی تہذیبی و سماجی رسوم اپنانے کی نذر کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے اور جن باتوں سے ہمارے پیارے نبیؐ نے ہمیں روکا ہے' ان کے اثرات انسانوں کے لئے واقعی تباہ کن ہیں۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ آج مسلمانوں نے مذہب کی طرف سے بیان کردہ تقریباً تمام ممنوعہ اشیاء کو اپنے لئے جائز قرار دے دیا ہے۔ ایک جانب سودی قرضوں نے ہماری سادگی چھین لی ہے تو دوسری

HBO انتہائی واہیات امریکی چینل ہے

جس کی فلموں پر لکھا ہوتا ہے کہ

والدین کی موجودگی ضروری ہے

طرف ٹیلی ویژن کے کیبل' ڈش اور سیٹلائیٹ سسٹم ہم پر بلائے ناگہانی کی طرح نازل ہو چکے ہیں۔

ٹیلی ویژن ۱۹۳۶ء میں ایجاد ہوا تھا لیکن اس کو مقبولیت ۱۹۴۵ء میں یعنی دوسری جنگ عظیم کے بعد ہی حاصل ہوئی اور یہ دنیا کے لئے ایک عظیم فتنہ بن گیا۔ ٹی وی دیکھنے سے انسانی فکر کو کوئی تحریک نہیں ملتی۔ ہمارا زیادہ تر قیمتی وقت فلموں' ڈراموں اور موسیقی کی نذر ہو جاتا ہے۔ یہ لغو چیزیں ذہنی صلاحیتوں کی نشوونما ہرگز نہیں کر سکتیں۔ لیکن یہ امر افسوس ناک ہے کہ پاکستان میں جب کوئی مقبول ڈرامہ سیریل آن ایئر جاتی ہے تو سڑکیں اور گلیاں سنسان ہو جاتی ہیں۔ کرکٹ کے سلسلے میں بھی دل بیقرار کا یہی ذوق وشوق دیکھنے میں آتا ہے۔ سائنسی علوم وفنون کی ترویج' تعلیم بالغاں کے فروغ اور دین کی اشاعت کے لئے ٹی وی نہایت موثر ثابت ہو سکتا ہے لیکن اسے کیا کہا جائے کہ فضول اور لغو قسم کے پروگرام تیار کرنے والے ہمارے پروڈیوسر اپنے پروگراموں کے بارے میں وہی گھسا پٹا جملہ دہراتے رہتے ہیں کہ ''پبلک کی یہی ڈیمانڈ ہے''۔

بے شک نیک عمل کی توفیق تو ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے لیکن اس کے لئے نیت کرنا انسان پر لازم ہے۔ کوئی بھی باشعور اور محب وطن شخص مثبت سوچ' راسخ عقیدے' دین سے محبت' مطالعے کی وسعت اور خواہش تعمیر کے جذبے سے ضرور مالا مال ہوتا ہے۔ لیکن یوں لگتا ہے کہ ہماری فرصت عمل اور مہلت کارکردگی تمام ہو چکی ہے۔ جو ہم ہر احساس سے عاری ہو چکے ہیں۔

لندن سے شائع ہونے والا ''سکرین ڈائجسٹ'' ایک ایسا رسالہ ہے جس میں ٹیلی ویژن' کیبل' سیٹلائیٹ اور سلور سکرین سے متعلق خبریں اور مضامین شائع ہوتے ہیں۔ اس میگزین نے

رضا ہاشم خان

چند سال پیشتر پاکستانی عوام میں فلموں کے بڑھتے ہوئے رجحان کو دیکھتے ہوئے یہ پیشن گوئی کر دی تھی کہ بہت جلد یہ قوم HBO یعنی Home Box Office کی طلب گار ہو جائے گی۔ HBO ایک انتہائی واہیات امریکی چینل ہے جس کی فلموں پر امریکہ میں بھی یہ لکھا ہوا آتا ہے کہ ''والدین کی موجودگی ضروری ہے''۔ اس چینل کو ایسے امریکی گھرانے بھی اپنے گھروں میں برداشت نہیں کر سکتے جو اپنی روایات پر سختی سے کاربند ہوں' خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو۔ جن گھروں میں HBO یا اسی قماش کے دیگر چینل دیکھے جاتے ہیں' ان گھرانوں کی شرافت مشکوک ہو جاتی ہے۔ لیکن ایشیاء ویک کے مطابق: ''دنیا کا بہترین مووی چینل HBO پاکستان میں متعارف ہو گیا۔ لاہور اور کراچی میں HBO کی فلموں نے لوگوں کے دل جیت لئے ہیں۔ HBO انگریزی زبان کا پہلا چینل ہے جس کو جنوبی ایشیاء میں ہالی ووڈ کی فلمیں ٹی وی پر لانے کا اعزاز حاصل ہے۔''

یوں HBO کی مویز جو پوری دنیا میں اپنی ایک علیحدہ حیثیت رکھتی ہیں' اب پاکستان کے عوام کو ان کی سماجی اور دینی ذمہ داریاں بھلانے میں تیر بہدف ثابت ہوں گی۔ ویسے بھی ہمارے یہاں نیکی کے امور صرف دینی جماعتوں ہی تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں۔ ہماری شریعت میں تو تالی تک لہو میں شامل ہے کہ اگر امام نماز میں سہو کر بیٹھے اور جماعت میں خواتین بھی شامل ہوں تو مرد ''سبحان اللہ'' کہہ کر متنبہ کریں گے لیکن خواتین ہاتھ پر ہاتھ مار کر آگاہ کریں گی۔ انہیں ہتھیلی پر ہتھیلی مارنے کی اجازت نہیں کہ وہ تالی کے زمرے میں آتی ہے اور لہو میں داخل ہے۔ لہٰذا جب شریعت نے اتنے لہو کو بھی پسند نہیں کیا تو فلموں' موسیقی اور بے ہودہ ٹی وی پروگراموں کی کہاں گنجائش رہ جاتی ہے؟ سورۂ لقمان کی آیت ومن الناس من یشتری میں ایسے کاموں کے حرام ہونے کا ذکر ہے جو اعتقادی گمراہی کا سبب بنیں اور عملاً دینی غفلت کا موجب ہوں۔ اس وقت عبادت' ذکر الٰہی اور اقامت دین میں جو چیزیں سب سے زیادہ مانع ہیں' ان میں ٹیلی ویژن سرفہرست ہے۔ رات رات بھر ٹی وی دیکھ کر دن دن بھر سونا! کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟

شیخ شبلی سے روایت ہے کہ انہوں نے شیطان سے پوچھا: ''اہل اللہ پر تیرا کس وقت قابو چلتا ہے؟'' کہا' جب سماع غیر حق کے لئے سنا جائے۔ آج وطن عزیز میں سماع غیر حق نے ایسا قابو کر رکھا ہے کہ قوم بالکل ہی بے قابو نظر آتی ہے۔ اسلام کے دشمن ہمیں کیبل اور غیر ملکی چینلز میں مدہوش کر کے ہمارے ذہنوں کو ریگستانوں میں تبدیل کر دینا چاہتے ہیں تاکہ ان میں بے عملی اور بے فکری کے کیکر اگا کر ہم کو اپنے اصل مقصد یعنی پاکستان میں خلافت کے قیام کی جدوجہد سے کوسوں دور کر دیا جائے۔ لہٰذا خود کو اور اپنے اہل وطن کو اس تباہی سے بچانے کے لئے قولی' عملی' فکری اور قلمی جہاد جاری ہو جانا چاہئے۔ موجودہ صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لئے امیر تنظیم اسلامی نے ان الفاظ میں ہماری رہنمائی کی ہے:

''برائی کے خلاف دل سے نفرت کے ساتھ ساتھ زبان اور قلم سے بھی آواز اٹھایئے۔ برائی کی نشاندہی کر کے کہئے کہ خدارا یہ کام چھوڑ دو' باز آ جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت مت دو۔''

☆ نظام خلافت کیا ہے؟
☆ یہ کن بنیادوں پر قائم ہوگا؟
☆ عہد حاضر میں نظام خلافت کا دستوری' قانونی' معاشرتی اور معاشی ڈھانچہ کیا ہوگا؟
☆ اس کے قیام کے لئے سیرت نبویؐ سے ماخوذ طریق کار کون سا ہے؟

ان تمام سوالات کے جامع' واضح اور مدلل جوابات پر مشتمل ایک بیش قیمت علمی دستاویز

''خطباتِ خلافت''

امیر تنظیم اسلامی وداعی تحریک خلافت پاکستان

ڈاکٹر اسرار احمد کے چار خطبات کا مجموعہ

سفید کاغذ' عمدہ طباعت' صفحات ۲۱۲' قیمت (اشاعت عام): ۴۵ روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

گوشہ خواتین

حلقہ خواتین تنظیم اسلامی کی تربیتی ورکشاپ برائے نقیبات

ستر و حجاب کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد میں خواتین کی شرکت و شمولیت کا عملی مظہر

تنظیم اسلامی حلقہ خواتین لاہور کے زیر اہتمام تربیتی پروگرام برائے نقیبات و نائب نقیبات ۲۴ مارچ ۲۰۰۱ء بروز ہفتہ بوقت ساڑھے تین بجے مرکزی دفتر گڑھی شاہو میں منعقد ہوا۔ اجتماع کے آغاز میں نائب ناظمہ تنظیم اسلامی امت المعطی صاحبہ نے بتایا کہ اب تک پورے پاکستان و بیرون پاکستان کی رفیقات کا رابطہ مرکزی دفتر حلقہ خواتین قرآن اکیڈمی سے تھا لیکن اب نئے نظم کے تحت مختلف شہروں کی ناظمات کا تقرر کیا جائے گا۔ لاہور ڈویژن کی ناظمہ کے طور پر امت المغنی صاحبہ (بیگم ڈاکٹر عبدالخالق) کا تقرر کیا جا رہا ہے تاکہ مرکزی دفتر پر کام کا بوجھ کچھ کم ہو اور رفیقات از سرنو متحرک ہوں۔

صائمہ مجیب الرحمٰن صاحبہ کی تلاوت قرآن پاک سے اجتماع کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ انہوں نے سورۂ آل عمران کے رکوع نمبر ۱۱ کی آیات تلاوت کیں۔ ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے نائب ناظمہ صاحبہ نے تقویٰ کی اہمیت واضح کی کہ اگرچہ تقویٰ کا حق ادا کرنا کسی کے لئے ممکن نہیں لیکن کم از کم اپنی استطاعت کی حد تک ہمیں زیادہ سے زیادہ تقویٰ اختیار کرنا چاہئے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنا جائزہ لیتے رہیں کہ ہمارا کوئی قدم معصیت اور گناہ کی طرف تو نہیں اٹھ رہا' ہم غلط سمت میں تو نہیں جا رہے۔ دوسری اہم چیز قرآن کو تھامنا اور اس کے ساتھ مضبوطی سے چمٹنا ہے۔ یہی چیز مسلمانوں کو متحد اور یکجا کرنے والی ہے۔

ناظمہ لاہور ڈویژن امت المغنی صاحبہ نے تعارفی کلمات میں کہا کہ لاہور کی تمام نقیبات سے رابطہ رکھنے اور حلقہ خواتین لاہور کو آرگنائز کرنے کے لئے بطور ناظمہ حلقہ لاہور ڈویژن میری تقرری ہوئی ہے۔ آپ سب سے درخواست ہے کہ اگر آپ مجھ میں کوئی کمی دیکھیں تو اس کی نشاندہی کر دیں اور صحیح رخ پر چلنے میں میری مدد کریں' تاکہ ہم مل جل کر منظم طریقے پر دین کی دعوت کو آگے بڑھا سکیں۔ پہلے آپ اسروں کے نظام سے واقف تھیں اب آپ کا تعارف تنظیموں کے حوالے سے ہوگا اور ہر تنظیم کی ایک ناظمہ مقرر کی جائے گی۔ حلقہ لاہور ڈویژن کو چار حصوں میں منقسم کیا گیا ہے۔ لاہور شرقی' لاہور شمالی' لاہور وسطی اور لاہور جنوبی۔

نئی رفیقات کا تعارف بھی اس پروگرام کا ایک حصہ تھا۔ ایک نئی رفیقہ نوشین نے کہا کہ سب سے پہلے میں معطی باجی اور محترمہ ناظمہ صاحبہ سے متعارف ہوئی اور تنظیم کے قریب آئی۔ الحمد للہ یہاں سب رفیقات سے کچھ نہ کچھ سیکھنے کا موقع ملا ہے۔ خاص طور پر منتخب نصاب اور امیر محترم کے اتوار کے درس سے بہت مستفید ہوئی ہوں' اپنے طور پر کبھی بھی اتنا نہ سیکھ پاتی۔ امیر محترم نے اپنی اولاد' جسم و جان کی توانائیاں اور مال سب کچھ اللہ کی راہ میں لگا دیا ہے۔ اللہ ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم بھی اپنا تن من دھن سب کچھ اللہ کی راہ میں لگا دیں۔

بیگم کوثر شجاعت حسین نے جو کہ سابق وزیر داخلہ کی بیگم ہیں' اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا کہ اس نے حضور ﷺ کے اسوہ پر چلنے کی توفیق دی۔ تنظیم میں شمولیت سے اطمینان و سکون ہوا اور اللہ سے دعا ہے کہ حزب اللہ میں شامل رہوں کہ دنیا و آخرت کی فلاح کا یہی راستہ ہے۔ انہوں نے بتایا کہ امیر محترم کا خطبہ جمعہ کئی سال سے سن رہی ہیں۔ اس سے ملکی اور بین الاقوامی حالات و مسائل اور قرآن و سنت کی روشنی میں ان کے حل سے آگاہی ہوتی ہے۔ تنظیم اسلامی کی اس بات نے انہیں خاص طور پر متاثر کیا کہ وہ شیطانی اور طاغوتی نظام کو ہٹا کر اللہ کے نظام کو غالب کرنے کی جدوجہد میں لگی ہوئی ہے۔

عذرا باجی اسرہ نمبر ۱۴ کی رفیقہ نے بتایا کہ ان کو صحیح طرح سے قرآن پڑھنا بھی نہیں آتا تھا مگر درس و تدریس کا شوق اور ولولہ موجود تھا۔ محنت جاری رکھی۔ ''الہدیٰ'' سے ڈیڑھ سال کا کورس بھی کیا اور آج اپنا مدرسہ چلا رہی ہیں' جس میں بچیوں کو قرآن مجید ناظرہ اور ترجمہ کے ساتھ پڑھا رہی ہیں۔

ثریا بانو صاحبہ نقیبہ اسرہ ۱۷ نے اپنے حج کے تاثرات بہت دلچسپ اور مؤثر انداز میں بتائے۔ انہوں نے شکوہ بھرے لہجے میں کہا کہ پاکستانیوں کے کرتوتوں کی وجہ سے ہم پاکستانیوں کی وہاں کوئی عزت نہیں ہے۔

ناظمہ لاہور نے نئے نصاب کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ پہلے رفیقات کو ششماہی نصاب دیا گیا تھا جس کو سنجیدگی سے نہ پڑھنے کی وجہ سے دین کی دعوت اور تنظیم کا فکر پوری طرح سے واضح نہیں ہوا۔ لہذا نیا نصاب مرتب کیا گیا ہے جس میں خصوصی اہمیت ستر و حجاب سے متعلق آیات کو دی گئی ہے جو رفیقات' نقیبات و نائب نقیبات ابھی تک شرعی پردہ پر کاربند نہیں ہیں وہ پردے کو جلد از جلد اپنے اوپر لاگو کر لیں۔

انہوں نے کہا کہ وہ رفیقات جو سہ ماہی رپورٹ فارم پر کر رہی ہیں ان کو ملتزم رفیقات کہا جاتا ہے لیکن اب ان شاء اللہ مبتدی اور ملتزم رفیقات کے لئے علیحدہ علیحدہ نصاب تجویز کیا جائے گا۔ تمام نقیبات اپنی رپورٹس اپنی تنظیم کی ناظمہ (جن کا تقرر جلد ہی کر دیا جائے گا) کو دیں گی جب کہ تمام ناظمات اپنی رپورٹ حلقہ لاہور کی ناظمہ بیگم ڈاکٹر عبدالخالق کو دیا کریں گی۔

آخر میں نقیبہ اسرہ ۱۲ محترمہ امت المعطی صاحبہ نے حدیث قدسی سنائی:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِنَّ اللّٰهَ یَقُوْلُ ابْنَ اٰدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِیْ ' اَمْلَاْ صَدْرَکَ غِنًی وَسُدَّ فَقْرَکَ وَاِلَّا تَفْعَلْ مَلَاْتُ یَدَاکَ شُغْلًا وَّلَمْ اَسُدَّ فَقْرَکَ

(رواہ احمد و ابن ماجہ)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا آنحضور ﷺ

(باقی صفحہ ۶ پر)

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے بعض ذاتی اور مالی و معاشی کوائف پر مشتمل

حسابِ کم و بیش

کا نیا ایڈیشن جسے update کرنے کی خاطر امیر تنظیم کی چار صفحات پر مشتمل ایک تازہ تحریر "پس نوشت" اور نائب امیر کا تحریر کردہ مختصر "ضمیمہ" کا اضافہ کر دیا گیا ہے'

چھپ کر آ گیا ہے اور مکتبہ انجمن سے حاصل کیا جا سکتا ہے

دبیز سفید کاغذ' صفحات 68' عمدہ طباعت' قیمت فی نسخہ -/15 روپے

شائع کردہ : مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن' 36-کے' ماڈل ٹاؤن لاہور

حکمت و علم قرآنی کے ذریعے ''عقل'' اور ''عشق'' کے درمیان پل بنایا جاسکتا ہے ○ باسط بلال کوشل

امریکہ میں اٹھنے والی علمی تحریک دراصل میری تحریک قرآنی کی ایک صدائے بازگشت ہے ○ ڈاکٹر اسرار احمد

مرکزی انجمن خدام القرآن کے زیر اہتمام ہونے والے ۱۱ تا ۱۳ مارچ قرآن آڈیٹوریم لاہور میں منعقدہ محاضرات قرآنی کی اجمالی رپورٹ

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور نے اپنی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے تک قرآن کا پیغام پہنچانے کے لئے اس سال ۱۱ تا ۱۳ مارچ قرآن آڈیٹوریم لاہور میں محاضرات قرآنی کا اہتمام کیا۔ اس سیمنیار کے مقرر امریکہ سے آئے ہوئے سکالر باسط بلال کوشل تھے۔ باسط بلال کوشل امیر تنظیم اسلامی و صدر مؤسس جناب ڈاکٹر اسرار احمد کے شاگرد رشید ہیں اور آج کل امریکہ کی دو یونیورسٹیوں سے پی ایچ ڈی کر رہے ہیں۔ باسط بلال کوشل کا شمار ان نوجوانوں میں ہوتا ہے جو امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے حوالے سے ۱۹۶۷ء میں کی جانے والے تشخیص کے مطابق کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے حکمت قرآنی کو اعلیٰ علمی سطح پر پیش کرنے کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی ہے تا کہ آج کے تعلیم یافتہ افراد کو مغربی تہذیب کے زیر اثر پیش آمدہ مسائل کا قرآنی حل بتا کر انہیں ایمان کی دولت سے مالا مال کیا جا سکے۔ اگرچہ امریکہ میں انہوں نے محترم ڈاکٹر صاحب کی رہنمائی میں تن تنہا یہ کام شروع کیا تھا ''مگر اب دن گئے کہ تنہا تھا میں انجمن میں'' کے مصداق انہوں نے امریکہ میں ایسے نوجوانوں کا حلقہ تیار کر لیا ہے جو دین کی اس خدمت میں ان کے ساتھ دن رات مصروف ہیں۔ ان حضرات میں عرفان اقبال' ڈاکٹر احمد افضال اور ماہان مرزا نمایاں ہیں۔

پہلے دن کا لیکچر

پہلے دن قاری مقبول احمد نے تلاوت کلام پاک سے اس سیمنیار کا آغاز کیا۔ پروگرام کا آغاز شام ۶:۴۵ پر ہوا۔ پہلے دن ہال حاضرین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ مہمان خصوصی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب تھے جبکہ پہلے لیکچر کی صدارت ڈاکٹر سہیل عمر ڈائریکٹر اقبال اکیڈمی نے کی۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض ڈاکٹر ابصار احمد نے سرانجام دیئے۔ ان لیکچرز کا جامع عنوان ''اقبال' اسلام اور اکیسویں صدی'' تھا۔ تاہم مقرر باسط بلال کوشل نے اپنے لیکچر کو تین عنوانات میں تقسیم کیا تھا۔ پہلے دن کے لیکچر کا عنوان تھا:

The Ayyat of Allah :The concrete material as a gateway to the ineffable spiritual.

انہوں نے کہا کہ اقبال نے ہماری توجہ ماڈرن آدمی کے اندر ہونے والے ایک تصادم کی طرف کرائی ہے۔ یعنی ایک طرف عقل ہے اور دوسری طرف عشق۔ ان میں ایک تصادم ہے۔ چونکہ ماڈرن آدمی کا زور عقل' اس دنیا اور کائنات کے مادی حقائق پر ہے لہذا وہ عشق کے تجربات کی نفی کرتا ہے۔ چونکہ اللہ کے وجود کا کوئی فلسفیانہ ثبوت نہیں ہے لہذا عقل اور عشق کے درمیان ایک بہت بڑا فاصلہ ہے۔ اس فاصلہ کو ختم کرنے کے لئے قرآنی حکمت اور علم کے ذریعہ عقل اور عشق کے درمیان پل بنایا جا سکتا ہے' کیونکہ قرآن خود عقل کے ذریعے مذہبی حقائق کو پرکھنے کی دعوت دیتا ہے۔

علامہ اقبال صرف شاعر' ماہر تعلیم اور فلسفی ہی نہیں تھے' بلکہ اقبال کا کام فرد کو ہر قسم کی غلامی سے نجات دلانا تھا جو درحقیقت اسلام کا اصل مقصد ہے۔ انہوں نے اقبال کی نظم ''لینن خدا کے حضور میں'' کے اشعار کی روشنی میں وجود باری تعالیٰ' نبوت کی ضرورت اور ایمان بالآخرۃ کے لئے نفس انسانی' تاریخ اور فطرت سے دلائل پیش کئے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن نہ صرف خود انسان کو ہدایت دیتا ہے بلکہ کائنات میں پھیلے ہوئے لاتعداد حقائق پر غور و فکر کے ذریعے ہدایت حاصل کرنے کی بھی دعوت دیتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ٹھوس مادی حقائق بھی ہمیں غیب کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ لہذا انسان اگر غور کرے تو اسے اپنے اندر' اور اردگرد پھیلے ہوئے حقائق سے تمام سوالوں کا جواب مل سکتا ہے' جن کے حصول میں قرآن ہماری مدد کرتا ہے۔ علامہ اقبال کا یہی مشن تھا کہ آج کے انسان کو قرآن کے ذریعے ان سوالوں کا جواب دیا جائے۔

سہیل عمر صاحب نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ کائنات میں ہر شے اللہ کی نشانی ہے۔ ہم کسی پینٹنگ کو دیکھتے ہیں تو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ پینٹر نے کیا کہا ہے۔ سب کی رائے مختلف ہو سکتی ہے لیکن وہ اس بات پر متفق ہوتے ہیں کہ بنانے والے نے کچھ پیغام دینا چاہا ہے۔ اقبال کا مشن یہ تھا کہ مخالفین اسلام کو اپنا مؤقف اس مقام سے سمجھایا جائے جہاں وہ کھڑے ہیں۔ باسط بلال مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اقبال کے اس پوائنٹ کو سمجھا ہے۔ باسط بلال کا یہ کہنا کہ اقبال کی شاعری اور نثر میں کوئی تضاد نہیں' میں اس سے مکمل اتفاق کرتا ہوں۔

دوسرے دن کا لیکچر

دوسرے دن کے پروگرام کا آغاز شام ۶:۴۵ پر قاری مقبول احمد صاحب نے تلاوت قرآن پاک سے کیا۔ مہمان خصوصی محترم ڈاکٹر اسرار احمد تھے۔ جبکہ تقریب کی صدارت فرزند اقبال جناب جسٹس (ر) جاوید اقبال نے کی۔ سٹیج سیکرٹری جناب ابصار احمد صاحب نے ابتدائی کلمات ادا کرتے ہوئے کہا کہ کیا خوبصورت اتفاق ہے کہ یہ لیکچر سیریز علامہ اقبال کے فکر سے متعلق ہے اور

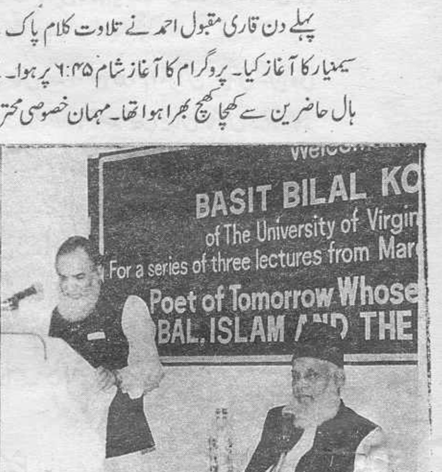

اسلام آباد ہالیڈے ان ہوٹل میں تنظیم اسلامی شمالی امریکہ کے نوجوان رفیق اور معروف سکالر باسط بلال کوشل' تقریب کے مرکزی مقرر کی حیثیت سے خطاب کر رہے ہیں جبکہ صدر مجلس معروف ایٹمی سائنس دان ڈاکٹر بشیر الدین محمود خطبہ صدارت پیش کر رہے ہیں۔ سٹیج پر امیر تنظیم اسلامی جناب ڈاکٹر اسرار احمد تشریف فرما ہیں

سٹیج پر فرزند معنوی محترم ڈاکٹر اسرار احمد اور حقیقی فرزند اقبال بیٹھے ہیں جبکہ میں فلسفۂ اقبال کا استاد ہوں۔

مقرر باسط بلال کوشل کے لیکچر کا عنوان تھا:

From the modern crisis of Religion to the Post-modern Crisis of Secularism.

انہوں نے کہا کہ جاگیردارانہ نظام کو مذہبی منظوری حاصل ہے اور وہ انسان پر جبر کر رہے ہیں۔ موجودہ معاشی نظام کو برقرار رکھنے کے لئے موت کا کھیل عام کیا جا رہا ہے۔ ماضی میں عبادت گاہیں خوبصورت ترین عمارتیں ہوا کرتی تھیں آج بنکوں کی عمارتیں اعلیٰ ترین ہیں جو سود کا گڑھ ہیں۔ سود سے ایک کو فائدہ ہوتا ہے لیکن لاکھوں کی زندگی کا سودا کر کے انہیں موت کے گڑھے تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

ترقی پذیر ممالک میں سودی قرضوں کی وجہ سے ۱۸ ہزار لوگ روزانہ مرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان پر عائد شدہ پابندیاں خود اقوام متحدہ کے چارٹر کی خلاف ورزی ہے۔ سپورٹس کے ذریعے لوگوں کو بیکاری کا عادی بنایا جا رہا ہے۔ ایک ماہر سوشیالوجی کہتا ہے کہ آج کے انسان کے سیکولر نظریات ہل چکے ہیں، فزکس کے نظریات ہل چکے ہیں۔

جارج سوروا اپنی کتاب میں کہتا ہے کہ یہ عالمی معاشی نظام کسی دن دھڑام سے گر پڑے گا۔ ان حقائق کی وجہ سے آج کے انسان کا سیکولرازم پر ایمان متزلزل ہو گیا ہے۔ انبیاء کی زندگی کا مقصد اس دنیا میں عدل و انصاف قائم کرنا تھا لہٰذا صرف اسلام ہی ہمیں کامل عدل و انصاف دے سکتا ہے۔

جناب جاوید اقبال نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا:

میں نے اس لیکچر سے یہ سمجھا ہے کہ جو مسلمانوں کا ماڈرن دور تھا وہ یورپ کا ڈارک ایجز تھا۔ جس زمانے میں یورپ جدیدیت کی طرف گیا ہماری تہذیب مضمحل ہو گئی۔ علامہ اقبال نے ہمیں خود پر تنقید کرنا سکھایا تا کہ ہم ترقی کر سکیں۔ آج اگر ہم خود پر تنقید کرتے تو ہماری یہ حالت نہ ہوتی۔ اللہ نے ہمیں ذمہ داری دی تھی کہ دنیا کو ایک عادلانہ نظام دیں تا کہ لوگوں کو اس دنیا میں مسرت اور آخرت کی آسودگی حاصل ہو۔ دوسرے معاشروں میں مسرت کا تصور صرف اسی دنیا تک محدود ہے جبکہ ہمارے ہاں two- fold happines کا تصور ہے۔ ہمیں دوسروں پر یہی برتری حاصل تھی لیکن ہمارا حال یہ کیوں ہوا کہ آج ہم دوسروں کے دست نگر ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے دوروں بینی سے کام لینا چھوڑ دیا ہے اگر ہم اپنی کوتاہیوں پر نگاہ رکھیں گے تو آگے بڑھیں گے۔

تیسرے دن کا لیکچر

پروگرام کا آغاز شام ۶:۵۰ پر ہوا۔ تلاوت کی سعادت قاری مقبول احمد نے حاصل کی۔ پروگرام کی صدارت امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے کی۔ باسط بلال کوشل نے اپنے لیکچر میں کہا جس کا عنوان تھا:

From Lailat-ul-Qadar to Yamm-ul-furqan: A contemporary reading.

انہوں نے کہا کہ لیلۃ القدر اور یوم بدر میں یہ فرق ہے کہ لیلۃ القدر سے وحی کے خاتمے کا آغاز ہوا۔ اس دن مکمل قرآن لوح محفوظ سے سماء دنیاوی پر نازل ہو گیا پھر وہاں سے ۲۳ سال میں آہستہ آہستہ اترا۔ یوم بدر کو یوم الفرقان کہا جاتا ہے۔ یوم بدر دراصل حضورؐ کے انقلابی عمل کے اختتام کے آغاز کا پہلا دن ہے۔ حضورؐ کے بعد اب کوئی وحی نہیں آئے گی لیکن استحصالی اور جابرانہ طبقات اب بھی موجود ہیں آج ان کے استیصال کون کرے گا۔ حضورؐ کا واحد معجزہ قرآن تھا۔ آج کے ماڈرن شخص کا کسی مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے جبکہ ماضی کا مشرک کسی نہ کسی شکل میں خدا کو مانتا تھا۔ آج کا ماڈرن آدمی فرائیڈ، نطشے اور مارکس کے مذہب کا پیروکار ہے جو صرف زن، زر اور زمین کی نمائندگی کرتے تھے۔ کوئی آسمانی کتاب چونکہ ان چیزوں کو ایڈریس نہیں کرتی لہٰذا آج کے آدمی کو مذہب سے کوئی دلچسپی نہیں۔ لیکن ہمیں یہ سوچنا ہے کہ کیا ہم زن (جنسیات) ، زر (معیشت) ، زمین (اقتدار) کا روحانیات سے تعلق جوڑ سکتے ہیں۔ جب ہم قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اس کا جواب ہاں میں ملتا ہے۔ مثلاً قرآن کی طویل ترین ''آیت دین'' معاشی مسائل سے متعلق ہے۔ آیۃ الکرسی اور سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات کے درمیان معاشی مسائل پر بحث کی گئی ہے جو یہ ثابت کرتی ہے کہ معاشیات کا روحانیات سے تعلق ہے۔ اب ازدواجی تعلقات کی طرف آیئے۔ سورۂ النور کی دوسری آیت سے آگے چلیں تو اس کا بنیادی موضوع سماجی تعلقات ہیں۔ میاں بیوی کے تعلقات کو روحانی ترقی کا باعث بتایا گیا ہے۔ طلاق کے وقت جب کہ تعلق ٹوٹ رہا ہوتا ہے فرمایا جا رہا ہے کہ تم کہ ان عورتوں سے بہتر سلوک کرو۔

اب آیئے اقتدار یعنی زمین پر غلبہ کی طرف، قرآن ہمیں بتاتا ہے قتال میں عبد اور معبود کا فرق ختم ہو جاتا ہے۔ میدان جنگ میں وہ کیفیت حاصل ہوتی ہے جو نوافل کی کثرت سے حاصل ہوتی یعنی انسان کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ بن جاتا ہے ؎

صدق خلیل بھی ہے عشق صبر حسین بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

لہٰذا قتال سب سے بڑا روحانی ترقی کا ذریعہ ہے۔ آج کے ماڈرن آدمی اور کفار کے تمام سوالوں کا جواب اس زندہ معجزے یعنی ''قرآن'' میں موجود ہے۔

اس قرآن کے ہوتے ہوئے آج اگر ہم ناکام ہو گئے تو یہ کائنات کی سب سے بڑی ناکامی ہو گی۔

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا صدارتی خطاب

آپ نے ان تین دنوں میں جو کچھ سنا وہ میری تحریک قرآنی کی اقصائے مغرب یعنی امریکہ سے آنے والی ایک بازگشت ہے۔

میری فکر کے چار گوشے ہیں۔

۱۔ قرآن حکیم کے حوالے سے دین کی حقیقت کہ اسلام مذہب نہیں دین ہے، یہ پرائیویٹ معاملہ نہیں ہے بلکہ یہ غالب ہونا چاہتا ہے۔

۲۔ دوسرا گوشہ یہ ہے کہ یہ دین ہم سے کیا چاہتا ہے؟ یعنی یہ کہ ہمارے فرائض نماز، روزہ ہی نہیں بلکہ اسے قائم کرنا اور شہادت علی الناس بھی ہماری ذمہ داریاں ہیں۔

پھر ان کے لوازم کہ دل میں ایمان، ظاہر میں جہاد ہو اور اس کے لئے بیعت سمع و طاعت والی جماعت جس کا طریقہ حضورؐ کی سیرت سے ماخوذ ہو۔

۱۹۶۵ء میں میں نے یہ تحریک شروع کی۔ اس وقت سے میری تمام توانائیاں اس کام میں لگی ہیں

اس کے ساتھ میری فکر کے دو گوشے اور ہیں، وہ یہ کہ:

۳۔ عالمی ملت اسلامیہ بحیثیت مجموعی عذابِ خداوندی کی گرفت میں ہے اور اس مقام پر ہے جہاں یہودی تھے یعنی ذلت اور مسکنت اس پر تھوپ دی گئی ہے۔ اس عذاب میں تخفیف کا کوئی امکان نظر نہیں تا آنکہ کسی ایک ملک میں دین کو نافذ نہ کر دیا جائے۔ اس سزا کے سب سے بڑے حقدار عرب ہیں اس کے بعد ہم پاکستانی قوم اس کے مستحق ہیں۔

۴۔ میری فکر کا چوتھا گوشہ یہ ہے کہ قیامت سے پہلے یہ دین کل روئے ارضی پر غالب ہو گا اور اس کام کا آغاز اس خطے یعنی پاکستان اور افغانستان سے ہو گا۔

احادیث میں اس بارے میں پیشینگوئیاں موجود ہیں۔ چار سو سالہ تاریخ کا بہاؤ بھی ادھر ہی ہے۔ میں نے غلبۂ دین کے لئے دو میدان معین کئے ہیں ایک یہ کہ گلوبل سطح پر جس تہذیب اور نظریات کا غلبہ ہے اس میں دراڑ ڈالی جائیں کیونکہ جب تک یہ نہیں ہو گا کوئی دینی کام پنپ نہیں سکتا۔ دوسرے یہ کہ ایسی زبردست عوامی تحریک چلے جو باطل نظام کے محافظ لوگوں کو بہالے جائے۔ یہ تحریک کسی مضبوط جماعت کے بغیر نہیں چل سکتی جس کے کارکنوں نے خود پر دین نافذ کیا ہو۔ میں نے ۱۹۶۷ء میں ان دو کاموں کا تصور پیش کیا۔

پھر سات سال بعد انجمن خدام القرآن بن گئی لیکن کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا اور وہ مقصد ہمیں یہاں حاصل نہ ہو سکا۔ البتہ تنظیم بنانے کے کام میں کسی حد تک کامیابی ہوئی لیکن اس کی بھی پراگریس کم ہے۔ میرا پہلا پراجیکٹ الحمدللہ امریکہ میں ثمر بار ہوا اور باسط بلال نے وہاں ایک گروپ بنا لیا ہے۔ ان لوگوں کو معلوم ہے کہ پاکستان ہی وہ جگہ ہے جہاں سے دین کے غلبہ کا آغاز ہو گا۔ لہٰذا باسط بلال کی محنت اور کوشش کے نتائج ان شاء اللہ بہت جلد پاکستان میں بھی ظاہر ہوں گے۔ (مرتب: فرقان دانش)

☆☆☆

باسط بلال کوشل نے یہی لیکچرز کراچی اور اسلام آباد میں بھی دیئے جن کی رپورٹ حسب ذیل ہے:

انجمن خدام القرآن سندھ' کراچی کے زیر اہتمام (16 تا 18 مارچ 2001ء)

سہ روزہ فکری تربیتی ورکشاپ

امیر تنظیم اسلامی اور جناب باسط بلال کوشل کے دورۂ کراچی کی اجمالی رپورٹ

الحمدللہ! انجمن خدام القرآن سندھ' کراچی کے زیر اہتمام مورخہ ۱۶ تا ۱۸ مارچ ۲۰۰۱ء ایک سہ روزہ تربیتی ورکشاپ کا انعقاد ہوا۔ اس ورکشاپ میں خطابات و درس و تدریس کے لئے نگران انجمن جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب لاہور سے جبکہ برادرم باسط بلال' برادرم ڈاکٹر احمد افضال اور برادرم ماہان مرزا امریکہ سے تشریف لائے۔ ورکشاپ کی روزانہ دو نشستیں منعقد ہوتی رہیں۔ صبح کی نشست کا انعقاد قرآن اکیڈمی کراچی میں ہوتا جبکہ شام کی نشست ایف ٹی سی آڈیٹوریم شاہراہ فیصل میں منعقد ہوتی رہی۔ صبح کی نشست سے اوسطاً ۲۰ ملتزم اور ۴۰ مبتدی رفقاء واحباب نے استفادہ کیا جبکہ شام کی نشست میں اوسطاً ۳۰۰ حضرات و خواتین شریک ہوتے رہے۔

خطاب جمعہ

۱۶ مارچ بروز جمعہ نگران انجمن جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے ''غلبۂ دین کے جہاد کے دو محاذ'' کے موضوع پر خطاب جمعہ ارشاد فرمایا۔ موصوف نے فرمایا کہ میں نے ۱۹۶۷ء میں اپنی تحریر ''اسلام کی نشأۃ ثانیہ: کرنے کا اصل کام'' میں یہ بات واضح کی تھی کہ غلبۂ دین کے لئے دو تحریکیں برپا کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک عوامی تحریک اور دوسری علمی تحریک۔ عوامی تحریک کے ذریعہ عوام الناس کو غلبۂ دین کے لئے جدوجہد کی فرضیت کا احساس دلانا اور اس کے لئے تن من دھن لگانے کے لئے تیار کرنا ہے۔ اسی طرح علمی تحریک کے ذریعہ قرآن حکیم کے علم و حکمت کو وقت کی اعلیٰ ترین سطح پر پیش کرنا ہے تاکہ اس ذہین اقلیت کو متاثر کیا جا سکے جس کے ہاتھ میں معاشرے کی زمام کار ہے۔ اس ذہین اقلیت کے قلوب میں ایمانِ حقیقی پیدا کرنا اور پھر ان کو اسلام کے ماورائی عقائد کے دفاع کے لئے علم کلام کی تدوین نو اور عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق نظام اسلامی کے مرتب کرنے کے لئے تیار کرنا غلبۂ دین کی جدوجہد میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔

خطاب جمعہ کے علاوہ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے انجمن کے تحت منعقد ہونے والے ایک سالہ قرآن فہمی کورس کے شرکاء کے ساتھ خصوصی نشست میں اپنی تحریر ''اسلام کی نشأۃ ثانیہ: کرنے کا اصل کام'' کے حوالے سے سوالات کے جوابات دیئے۔

صبح کی نشست

صبح کی نشست ملتزم رفقاء اور مبتدی رفقاء واحباب کے لئے علیحدہ علیحدہ منعقد کی گئی۔ ملتزم رفقاء کے لئے تدریس کے فرائض باسط بلال صاحب نے جبکہ مبتدی رفقاء واحباب ڈاکٹر احمد افضال صاحب اور ماہان مرزا صاحب نے انجام دیئے۔ ان نشستوں میں مختلف تحریروں کے ذریعہ شرکاء کے ذہنوں میں غلبۂ دین کے لئے تحریکی کام کے ساتھ ساتھ علمی کام کی اہمیت کو واضح کیا گیا۔ سوالات و جوابات کے ذریعہ شرکاء کے اشکالات کو دور کرنے اور ان کے ذہنوں میں پیش نظر کام کی اہمیت راسخ کرنے کی کوشش کی گئی۔

برادرم باسط بلال نے ورکشاپ کی اس نشست کے دوران نہ صرف اپنی ذہانت و فطانت اور علم و فہم کا لوہا منوایا بلکہ ثابت کیا کہ وہ عملی اعتبار سے رفقائے تنظیم کو motivate کرنے کی بھی اعلیٰ استعداد کے حامل ہیں۔ رفقائے تنظیم کے دلوں میں برادرم باسط بلال کی گہری محبت اور ان سے مزید استفادے کی شدید خواہش پیدا ہو گئی۔

شام کی نشست

شام کی نشست میں جناب باسط بلال صاحب نے

Iqbal:The poet of tomorrow-
whose time has come.

کے موضوع کے مختلف پہلوؤں پر تین لیکچرز دیئے۔ جناب باسط بلال صاحب نے اقبال کی نظم ''لینن خدا کے حضور میں'' کو عنوان بناتے ہوئے بڑے مدلل انداز سے واضح کیا کہ مغربی تہذیب کے بارے میں جو باتیں اقبال نے ۱۹۰۷ء میں کہیں تھیں وہ آج حرف بحرف صحیح ثابت ہو رہی ہیں۔ جدید مغربی تہذیب کے زیر اثر زندگی کے مختلف شعبۂ جات میں جس طرح نوع انسانی کا استحصال ہو رہا ہے' اسے اقبال نے بہت پہلے نہ صرف محسوس کر لیا تھا بلکہ اس حوالے سے واشگاف الفاظ میں خبردار بھی کر دیا تھا۔ البتہ اب وہ وقت بھی قریب ہے کہ اقبال کی پیشین گوئی پوری ہو

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

شام کی نشست میں باسط بلال کی وسعت علمی' دین کے انقلابی فکر کی پختگی' اپنے موقف کے بااعتماد اور مدلل اظہار اور تہذیب مغرب کے مضر پہلوؤں کے جرأت مندانہ ابطال نے تمام شرکاء کو متاثر کیا۔ باسط بلال رفقاء تنظیم اسلامی کے لئے مایوسیوں کے اندھیرے میں روشنی کی کرن اور تنظیم اسلامی کے درخشندہ مستقبل کی علامت کے طور پر محسوس ہوئے۔ گفتگو کے دوران انتہائی متعلق قرآنی حوالہ جات سے محسوس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے باسط بلال کو قابل رشک فہم قرآن کی نعمت عطا فرمائی ہے۔ اس نشست کے شرکاء کے ذہنوں میں تا دیر باسط بلال کے خطابات تازہ رہیں گے۔ (مرتب: انجینئر نوید احمد)

اسلام آباد میں بلالی اذان

جناب باسط بلال کوشل کے دورۂ اسلام آباد کی اجمالی رپورٹ

تنظیم اسلامی سے متعلق حلقوں میں باسط بلال جانے پہچانے آدمی ہیں۔ کچھ عرصہ قبل انہوں نے اسلام آباد میں مختلف موضوعات پر لیکچر دیئے تھے جو بہت پسند کئے گئے' یہاں تک کہ اس وقت صدر مملکت محترم فاروق احمد لغاری نے باسط بلال سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی اور ان سے ملاقات بھی ہوئی۔ اس دفعہ ان کے لیکچرز ۲۰'۲۱'۲۲ مارچ کو ہوئے۔ لیکچرز کے لئے بھاگ دوڑ امریکہ سے آئے ہوئے نوجوان ماہان مرزا نے کی جس کے نتیجے میں شرکاء کی تعداد بھی توقع کے عین مطابق تھی اور معیار بھی بلند تھا۔

۲۰ مارچ کا پروگرام شیخ ظفر الامین کے گھر تھا۔ پروگرام کا وقت ۷ بجے شام تا دس بجے رات تھا۔ مکان کی بیسمنٹ میں مردوں اور ڈرائنگ روم میں خواتین کا انتظام کیا گیا۔ خواتین کے لئے ٹی وی کا انتظام تھا تاکہ مقرر کے لیکچر براہ راست دیکھ سکیں۔ پروگرام بیس منٹ تاخیر سے شروع ہو سکا۔ دو سو کرسیوں کا انتظام کیا گیا تھا جو بھر چکی تھیں۔ اسلام آباد کی مختلف تحریکوں کے نمائندے' صحافی' علماء' دانشور' سرکاری و نیم سرکاری اداروں کے عہدیداروں سے ہال بھرا ہوا تھا۔ باسط بلال نے انگلش میں اپنے لیکچر کا آغاز کیا۔ ماہان مرزا نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیئے۔ صدارت امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے کی جبکہ مہمان خصوصی مشہور ایٹمی سائنس دان محترم بشیر الدین محمود تھے۔ باسط بلال کے لیکچر کا عنوان تھا:

The Ayat of Allah : The concrete Material as a gateway to the ineffable spiritual.

موضوع پر گرفت کے علاوہ مقرر کا انداز بیان بھی مسحور کن تھا جس پر مہمان خصوصی کے ساتھ تمام شرکاء نے بھرپور داد تحسین دی۔ بعد ازاں ڈنر سے شرکاء کی تواضع کی گئی۔

۲۱ مارچ ۲۰۰۱ء کا پروگرام ۳ بجے سہ پہر سے شام چھ بجے تک اسلام آباد کے ہالیڈے ان ہوٹل میں تھا۔ ہوٹل دینی و سماجی سرگرمیوں کے لئے مشہور ہے۔ آج کا موضوع تھا:

From the Modern Crisis of Religion to the post-modern crisis of Secularism.

خواتین کے لئے پردے کا انتظام تھا۔ لہذا خواتین بھی کافی تعداد میں شریک محفل تھیں۔ آج کے صدر مجلس اور مہمان خصوصی محترم ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیم اسلامی تھے۔ صدارتی خطبہ میں

"Marcus Welby" in the '70s sparked a major lobbying effort. This effort proved so successful that, as Richard Levine reports in TV Guide 30, May 1981, "by the mid '70s, half the sitcoms on television had done a positive ('prosocial') gay show that often made its point – and garnered laughs – by having a particularly macho character announce his homosexuality." The same is underway at PTV, where the macho character of Abid Ali cried but accepted the fact without any further resistance that his daughter had pre-marital sex and so on so forth. These are the trendsetters.

PTV must be checked in its tracks towards immoral trend-setting. Making out of wedlock pregnancy acceptable to a macho father is a trend that would do more harm to our society than any one of us can expect. The terms of reference for making newly invented norms acceptable are very clearly mentioned in a 1963 episode of an American TV play: "The Defender," where a judge argues to make pornography acceptable. The following exchange illuminates the terms of debate which are being followed by many "liberals" in Pakistan these days:

Judge : How do you know [it's obscene]?

Wife :I know they arrested him for writing it.

Judge : Yes, Petronius had the same trouble in his days.

Wife :There you go quoting Greeks to me...What difference does it make, quoting people dead 2,000 years, as though they could teach us anything today.

Judge :Jesus has been dead almost that long.

Wife :Isn't it time the law stopped protecting only perverted readers and paid Attention to normal, decent people?...We've got rights, too. Haven't we?

Judge :You've got a right not to read the book if you don't want to...There has been no crime committed here. James Henry David is one of our country's leading authors.

Wife :He wrote a dirty book.

Judge :No cultural police is going to solve the question...What people think of it is bound to differ because of different backgrounds and tastes. Truth and beauty are too precious to society at large to be mutilated by law.

It presents the classical liberal defence to our criticism of PTV's lax standards. The debate is not between free expression and community standards. It is about violation of norms – the endeavouring standards, the law of nature, which is being ignored at our peril. Standards erected out of expediency in the West are being hurled down out of expediency because they could not submit long to their own creation. Unfortunately, we have now decided to experience the consequences of moral and social neoterism. And, like the generation of Socrates and Thucydides, PTV wants to make us believe that somehow we have acted on false assumptions that must be corrected now. No norms can be invented. All that we can do is to reawaken out consciousness to the existence of norms; to confess that there are enduring standards superior to petty private stock of MTV and ZTV's rationality.

انہوں نے فرمایا کہ آج میری خوشی کا اگر آپ اندازہ لگانا چاہتے ہوں تو اس بوڑھے کی مثال لیجئے جس نے ایک باغ لگایا ہو اور پھر اپنی زندگی ہی میں اسے پھلتا پھولتا دیکھ رہا ہو اور اس کے ثمرات سے فائدہ بھی اٹھا رہا ہو۔ میری کیفیت بمصداق الفاظ قرآنی يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ کا مصداق ہے۔

تقریر کے اختتام پر سوال و جواب کی نشست ہوئی جو لوگوں کے شوق کی وجہ سے ختم ہونے ہی کو نہ آتی تھی تاہم مغرب کی نماز کی وجہ سے پروگرام مختصر کرنا پڑا۔

۲۲ مارچ ۲۰۰۱ء کا پروگرام اسلام آباد ہوٹل میں ۳ بجے تا ٦ بجے تھا۔ آج کے مہمان خصوصی بھی امیر محترم ہی تھے لیکن بوجوہ انہیں ۲۱ مارچ کی شام ہی واپس جانا پڑا لہٰذا راقم نے پہلے دن کے مہمان خصوصی محترم بشیر الدین محمود صاحب سے دوبارہ درخواست کی کہ وہ صدارت کی ذمہ داری نبھائیں۔ آج کے لیکچر کا موضوع تھا:

The Intellectual Horizon beyond Pre-modern Shirk and post-modern Paganism : Revisiting Layla-tul-qadr and Yaum-ul-Badar

آج کی حاضری مناسب انتظامات کے باعث بڑھ گئی تھی اور ہال میں مزید کرسیاں لگانا پڑیں۔ پروگرام کا اختتام مغرب سے قبل ہوا۔ صدارتی کلمات کے بعد راقم نے تشکراتی الفاظ کہے جس میں خواتین و حضرات کے علاوہ باسط بلال کوشل، ماہان مرزا اور تنظیم اسلامی نارتھ امریکہ کا بھی شکریہ ادا کیا جنہوں نے باسط بلال کوشل کو گوناگوں مصروفیات سے وقت نکال کر پاکستان بھیجا۔

یہ پروگرام اس قدر جاندار تھے اور شرکاء کی دلچسپی اس قدر دیدنی تھی کہ جی چاہا کہ اللہ تعالیٰ ان نوجوانوں کے جذبہ صادق اور زورِ بیان کو اور زیادہ کرے اور اسلام آباد میں ان کی آمد و رفت کی شرح دن بدن بڑھتی رہے اور دل نے بے اختیار کہا۔

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

(مرتب: شمس الحق اعوان)

رعنائی تعمیر میں، رونق میں، صفا میں
گرجوں سے کہیں بڑھ کے ہیں بنکوں کی عمارات!
ظاہر میں تجارت ہے، حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگ مفاجات!
یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبر، یہ حکومت!
پیتے ہیں لہو، دیتے ہیں تعلیم مساوات!

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کی تالیف
ایجاد و ابداعِ عالم سے ... نظامِ خلافت تک
تنزل اور ارتقاء کے مراحل
☆ حیاتِ ارضی کا ارتقاء ☆ تکمیل تخلیق آدم
☆ عطاءِ خلعت خلافت ☆ رحم مادر میں تخلیق آدم کے مراحل کا اعادہ
جیسے بہت سے اہم موضوعات پر قرآن و سنت کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس ضمن میں ڈارون تھیوری کے باعث ذہنوں میں اٹھنے والے بہت سے سوالوں کے تسلی بخش جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔
قیمت: ۲۴ روپے ☆ عمدہ طباعت ☆ صفحات: ٦٠
ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

VIEW POINT

PTV's Sexual Awakening.

Abid Ullah Jan

In olden days a glimpse of *Dopatta*-less women on PTV was looked on as something shocking. Now heaven knows anything goes. Television now offers something for the voyeur in every viewer. Its plays, music and other shows and even advertisements – such as "Always" -- invite us to embrace a potpourri of tangled love affairs, kinky vices, and new adventures in erotic experiments utterly unknown in the Pakistani medium just a couple of years ago. The question is: What cost are we going to pay for this liberalisation of television and how would it impinge on our social and cultural norms?

The tube wasn't always so titillating, of course. The plays that used to give married couples separate beds, have turned around to justify, albeit indirectly, pre-marital sex (play: *Inkar*), promote alternate life styles (play: *Aadha Chehra*), divorce (Play: *Zaibunissa*) and cross-dressing (Pop-Music). The changes in PTV's attitude towards life are not reflection of loosened sexual mores of the broader society, or at least its trendsetting elements in the urban centres. Indeed, television's treatment of sex is paradigmatic of how the medium serves as an instant trendmaker carrying changes in tastes and standards from cosmopolitan centres across the 74% rural areas. The television followed the intellectual and social vanguard in treating varieties of Indian, European or American experiments as appropriate subject matter. But it has lately played a leading role in questioning traditional and religious moral standards before a vast national audience.

Beyond wrongly presenting alien social and sexual mores as our own, television is endorsing the changes which may accelerate their acceptance. The impact is probably strongest on young people, whose initial understanding of values and norms or sexual expression increasingly comes from TV players rather than parents or peers. Meanwhile, in challenging one time taboos from pre-marital sex to extra-marital relations, PTV entertainment increasingly transmits Hollywood's and Bollywood's perspectives rather than Islamic Republic of Pakistan.

The occasional discreet references to sexual relationships or half-naked dresses and swimming costumes (play: *kabi kabi piyar may*) were left to Pashto, Punjabi and some Urdu films. Dramatic anthologies like "*Waris*," "*Waqt*," "Anch," etc. pulled in a rich variety of material, but clearly stayed away from explicit dresses and sexual references or relationships. Any rumour of impropriety was scandalous. No wife was ever seen leaving her lover's apartment. It was merely hinted that she was often seen alone with a certain man (Play: *Kahan se Kahan Tak*). A man was never seen in an unmarried woman's bedroom or parents encouraging their daughter to enter into such relations (Play: *Dhool*). He would simply be referred to as a womaniser.

The fast-paced, youth oriented mélange, like "Fungama" or "Box Office," presents dancing, Indian style singing in couples, and sexually oriented material with pioneering casualness. These adventures of PTV into the wonderland of sex and liberalism must not be taken for granted because this is the medium that makes the immoral acts and standards acceptable. As long as these things are seen on MTV or ZTV, they are not considered acceptable in our society.

The American example is before our eyes. In early sixties, the American TV was dominated by slapstick routines, sigh gags, and comic parodies of the flagship variety shows. "Texaca Star Theater" with Milton Berle. "Your Show of Shows" with Sid Caesar, and "All Star Review" with Jimmy Durante had little need and no place for sexual innuendo. In the late sixties, TV dramas like "77 Sunset Strip," "Peter Gunn" and "Surfside Six" featured sexy leads and even sexier guest stars like PTV of 2001. Once put in motion, throughout the 1970s almost any could happen in the willy-nilly race toward new frontiers of titillation.

Like PTV's play *Inkar*, *Kabi Kabi Pyar May* and *Adha Chehra*, American plays, like "M*A*S*H," "All in the Family" and "The Sonny and Cher Comedy Hour," were not only innuendos. and double entendres plentiful, but more detailed discussions of impotence, bad sex, abortion, premarital sex and adultery also become common. The result is that none of the shows on American TV now feature the old blush-and-stammer element. Instead, it's the American TV that leads the public into its search for new thrills from alternate life styles to incest, child prostitution, a variety of fetishes, sadomasochism and bestiality.

The gay revolution in the US is also the result of American TV's brining them out of the closet. Long before Mr. Clinton's "Don't Ask, Don't Tell" policies, programmes like "That Certain summer" and

Vol : 10 Regd. CPLNo. 127 No. 11

WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT LAHORE

افہام و تفہیم

مسلمانوں نے یہودیوں کے سودی نظام کا متبادل کیوں نہیں دیا؟

مسجد اقصیٰ کی تعمیر آنحضور ﷺ کے وصال کے پچاس برس بعد ہوئی۔ آپؐ کے زمانے میں اس کی شکل کیا تھی؟

تمام شکر اللہ کے لئے واجب ہے' تو کیا بندوں کا شکریہ ادا کرنا شرک کے ذیل میں آئے گا؟

عالم اسلام کے تمام مسلمانوں پر ملا عمر کی بیعت کس صورت لازم ہوگی؟

قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درسِ قرآن کے بعد امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال و جواب کی نشست

س : آج تک مسلمانوں نے سود سے پاک مکمل اور قابل عمل نظام کیوں نہیں دیا جو کہ یہودیوں کے سودی نظام کا متبادل ہو؟

ج : بات اصل میں یہ ہے کہ جس طریقے سے آج دنیا میں مادہ پرستی عام ہو چکی ہے' ایمانی حقائق اور عقیدہ آخرت کا ہماری عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ علامہ اقبال نے ابلیس کی مجلس شوریٰ میں ابلیس سے جو کہلوایا ہے فی الواقع امت کی یہی صورت حال ہے کہ ؎

جانتا ہوں میں یہ امت حامل قرآن نہیں

ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں

ہمارا دین تو سرمایہ داری بن چکا ہے۔ ورنہ واقعہ یہ ہے کہ بینکنگ کے نظام کی بنیاد سود ہی ہے اور بینکنگ کا نظام سود کے بغیر بن ہی نہیں سکتا۔ اس کے متبادل تو صرف شراکت' مضاربت اور اجارہ ہیں۔ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ لوگ درست حسابات نہیں رکھتے بلکہ بے ایمانی کرتے ہیں۔ اس شکایت کا بندوبست اور سدباب ہو سکتا ہے۔ اگر احتساب کا ایسا محکمہ مستقل بنیادوں پر بنا دیا جائے کہ کاروبار کرنے والے جہاں بھی بے ایمانی کریں ان کو پکڑ لیا جائے۔ تو پھر شراکت اور مضاربت اور اجارہ سے دنیا کا دھندا چلے گا۔ بہرحال ہم حرام کو اپنی مجبوری کے باعث مستقلاً حلال نہیں کر سکتے۔ حرام تو حرام ہی رہے گا۔

س : افغانستان کے ملا عمر صاحب امیر المؤمنین کہلواتے ہیں۔ وہ کون سی شرائط ہیں جو وہ پوری کر دیں تو عالم اسلام کے مسلمانوں پر لازم ہو جائے گا کہ ان کی بیعت کریں؟

ج : اگر وہ خود دعویٰ کریں کہ خلافت اسلامیہ کی ذمہ داری میرے اوپر ہے اور سب مسلمان مجھ سے بیعت کریں تب قابل غور مسئلہ ہو گا۔ ابھی تو انہوں نے لفظ خلافت بھی استعمال نہیں کیا' بلکہ امارتِ اسلامیہ افغانستان کہا ہے۔ ویسے وہ کہتے ہیں کہ باہر سے کوئی شخص آ کر بیعت کرنا چاہے تو وہ کر لے' اس کا وہ انکار نہیں کرتے۔ لیکن یہ کہ ان کی طرف سے اس کی دعوت نہیں ہے۔ ان کا کہنا یہی ہے کہ اپنے اپنے ملکوں میں لوگ اسلام کا کام کریں۔

س : الحمدللہ کے معانی ہیں کہ کل شکر اور تعریف اللہ جل شانہ کے لئے ہے۔ تو پھر جب ہم بندوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں تو کہیں شرک تو نہیں کر رہے ہوتے؟

ج : بندوں کا شکر ادا کرنا شرک نہیں ہے۔ کیونکہ تمام چیزوں کا آخری سرا تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ کسی بندے نے ہمیں کوئی شے دی ہے تو وہ اسے کس نے دی تھی؟ یا اسے دینے کی توفیق کس نے دی تھی؟ اللہ ہی نے دی تھی ایک تو آپ بندے کا بھی شکر کریں کہ اس نے آپ کو اپنی کوئی شے دی ہے۔ حدیث میں آیا ہے ((مَنْ لَاّ یَشْکُرُ النَّاسَ لَا یَشْکُرُ اللّٰہَ)) جو انسانوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرے گا۔ چونکہ ہر شے کا منبع ذات باری تعالیٰ ہے لہٰذا بندے کا شکر اگر اس نیت سے کیا جائے کہ اصل میں تمام شکر اور تمام تعریف اللہ کے لئے ہے تو کوئی حرج نہیں۔

س : مسجد اقصیٰ کی موجودہ تعمیر حضور ﷺ کے وصال کے پچاس سال بعد ہوئی' آپؐ کے زمانے میں اس کی کیا شکل تھی؟

ج : حضور ﷺ کے زمانے میں وہاں کوئی مسجد نہیں تھی بلکہ ایک گرجا تھا۔ حضور ﷺ جب وہاں سے معراج پر گئے تھے تو اس وقت بھی وہاں گرجا کی عمارت موجود تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب فاتح کی حیثیت سے وہاں پہنچے ہیں تب بھی وہاں گرجا ہی تھا۔ ایک مرتبہ آپؓ وہاں موجود تھے تو نماز کا وقت ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نماز کا وقت ہے مجھے نماز پڑھنی ہے۔ وہاں کے لوگوں نے کہا آپ یہیں (گرجا میں ہی) پڑھ لیں۔ آپؓ نے کہا میں یہاں نماز نہیں پڑھوں گا' اس لئے کہ اگر میں نے یہاں نماز پڑھی تو لوگ اسے مسجد بنا لیں گے۔ پھر آپؓ نے وہاں سے باہر نکل کر ایک اور جگہ نماز پڑھی۔ وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام سے منسوب "مسجد عمر" اب بھی ہے۔ (مرتب : انور کمال میو)

امیر تنظیم اسلامی کا مجوزہ دورۂ افغانستان

رفقاء و احباب اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب گزشتہ کئی برسوں سے دورۂ افغانستان کے آرزومند تھے لیکن دونوں گھٹنوں کے آپریشن کے بعد بعض جسمانی مجبوریوں (Limitation) کے باعث سفری صعوبتوں اور مشکلات کے متحمل نہ ہونے کے سبب سے یہ آرزو تاحال شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکی۔ افغانستان کے لئے ہوائی سفر سہولت کا دروازہ تو اقوام متحدہ کی عائد کردہ پابندیوں کے باعث کہ جن کا دائرہ بتدریج تنگ ہوتا گیا' عرصہ دراز سے بند تھا ہی۔

بہرکیف اب بحمد اللہ امیر محترم کے دورۂ افغانستان کیلئے ضروری سفری انتظامات فراہم ہو گئے ہیں اور اگر اللہ نے چاہا تو ۱۵ اپریل کو امیر محترم قندھار کیلئے براستہ کوئٹہ اور چمن عازم سفر ہوں گے۔ توقع ہے کہ طالبان کی اعلیٰ قیادت کے ساتھ ملاقات اور تبادلہ خیال کا موقع ملے گا۔ السعی منا و الاتمام من اللہ